الطریق الی اللہ بعدد نفوس الخلایق

رسالہ سلوک

از تصنیف حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

سالکینِ راہِ حق کے لیے گنجینۂ معرفت
شاہ نعمت اللہ ولیؒ کی نایاب تصنیف، پہلی بار اردو قالب میں

ترجمہ، تحقیق و ترتیب

سید جعفر حسین حمزوی

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ١

ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ٢

ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ٣

مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ ٤

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ٥

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ٧

انتساب

یہ رسالہ اُن سالکانِ طریقت کے نام ہے، جن کے دل آیتِ قرآنی

وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ کی صدا پر چونک اٹھتے ہیں،

اور جو اپنے باطن کی سرزمین میں حقیقت کے چراغ تلاش کرتے ہیں۔

اُن کے لیے جو جانتے ہیں کہ نفس کی پہچان دراصل رب کی پہچان کا دروازہ ہے،

جیسا کہ ارشاد ہوا: مَن عَرَفَ نَفسَهُ فقدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔

یہ امانت اُن رہروانِ سلوک کے نام ہے جو ظاہر کے دشت سے گزر کر باطن کے

گلزار تک پہنچنے کی جستجو میں ہیں؛ جو دل کی کتاب کھول کر آیاتِ حقیقت پڑھتے ہیں،

اور چشمِ بینا سے اُس کو دیکھتے ہیں جو حروف و الفاظ سے ماورا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ یہ تحریر اُن روحوں کو پکارتی ہے جو "خاک" میں چھپے "زر" کو پہچانتی

ہیں، جو جانتی ہیں کہ قطرہ اگر اپنے بحر سے غافل ہو جائے تو خاک سے بدتر ہے، اور

اگر بحر کی پہچان کر لے تو موتی سے بھی قیمتی ہے۔

سید جعفر حسین حمزوی

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

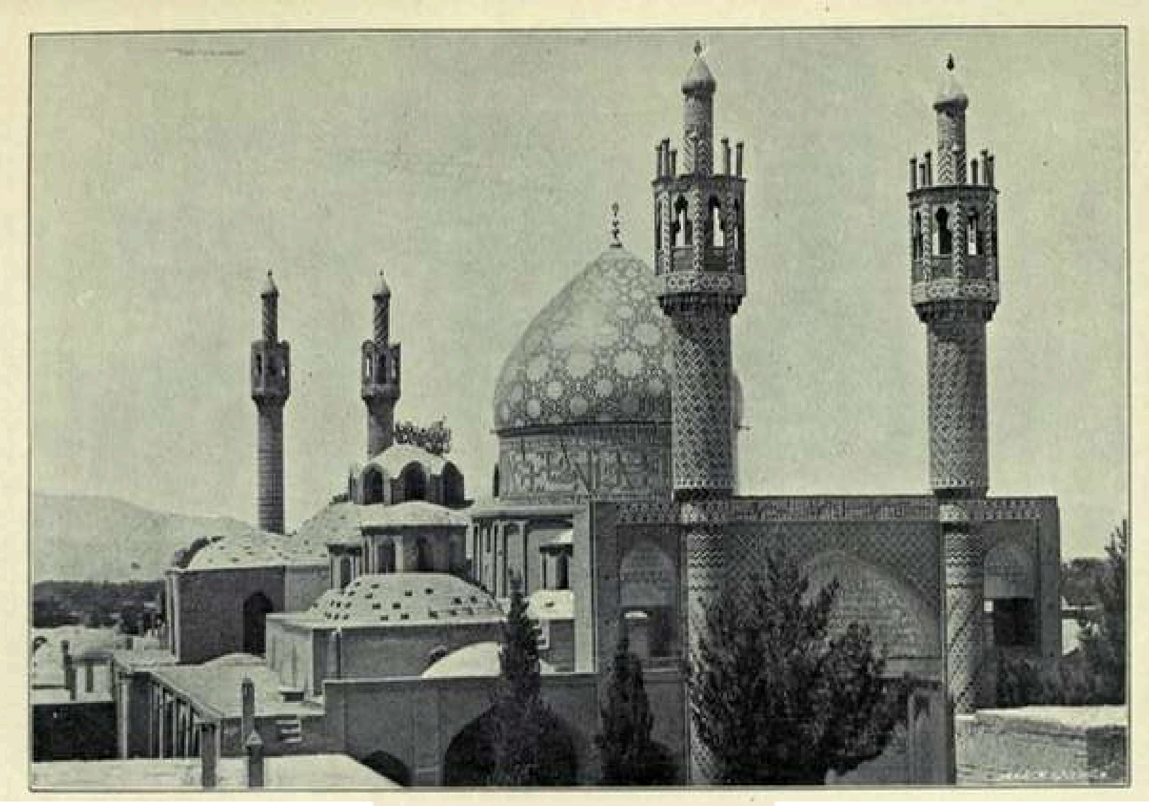

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

روضۂ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ

ماخوذ از کتاب: Through Persia on a Side-Saddle
مؤلف: Ella C. Sykes
سالِ اشاعت: 1898

قطعہ تاریخ کتاب

ہے نعمت اللہ شاہ ولی شہبازِ معرفت.
انکی ہر اک تصنیف ہے اعجازِ معرفت.

پیشِ نظر کتاب ہے انکی ہی روشنی،
آتی ہے اسکی روح سے آوازِ معرفت.

بسملؔ لکھو یہ اسکی تاریخِ طبع،
"رسالہء سلوک ہے اِک رازِ معرفت"

۱۴۴۷ ھجری

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر		شمارہ
01 - 06	مقدمہ	.1
07 - 30	مختصر تعارف حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی	.2
32 - 40	رسالہ سلوک کا تعارف	.3
42 - 67	اصل فارسی متن	.4
69 - 99	اُردو ترجمہ	.5
101 - 114	سلوک کا معنی و مفہوم	.6
115 - 129	سلوکِ باطن اور سفرِ دروں	.7
130 - 140	سلوک اور جدید نفسیات /Science	.8
141 - 144	خلاصہ و نتائج	.9
145 - 147	ماخذ و مراجع	.10

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اک اک ورق پہ رازِ سفر درج ہے یہاں
پڑھتا چلا گیا تو خودی کھلتی چلی گئی

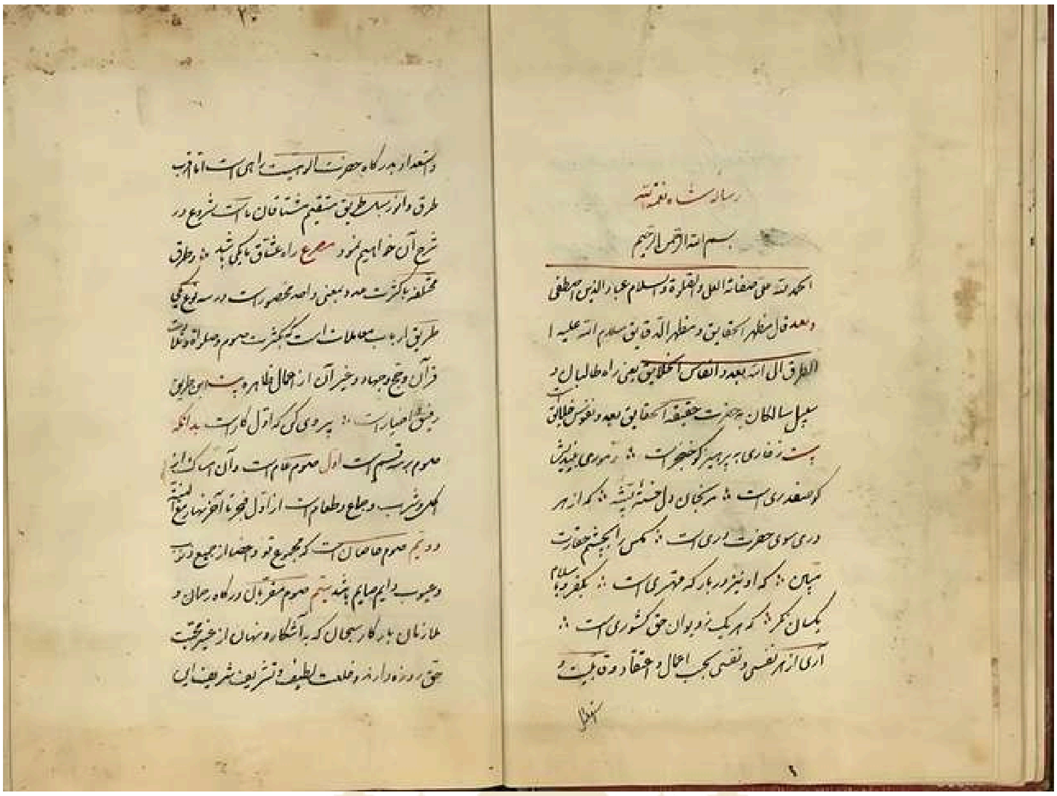

- عکسِ مخطوطہ رسالہ سلوک
- ماخذ: کتابخانہ، موزہ ومرکز اسنادِ مجلس شورای اسلامی، تہران (ایران)

مقدمہ

بسم الله الرّحمن الرّحيم

الحمد لله الّذى هدانا لهذا و ما كنا لنهتدى لولا أن هدانا الله،
نحمده و نستعينه و نؤمن به و نتوكل عليه، و نصلّى و نسلّم على
سيدنا و مولانا محمد المصطفى و على آله الأطهار و أصحابه
الأخيار، صلاةً و سلاماً دائمين متلازمين إلى يوم الدين۔
اما بعد—

یہ سراسر فضلِ خداوندی ہے کہ ہمیں اُس دینِ مبین کی روشنی میسر آئی جس کی بنیاد قرآنِ مجید اور اس کے شارحِ حقیقی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اُس نبی پر درود و سلام ہو جن کی بعثت نے انسان کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر معرفت کے نور میں پہنچایا۔ اور درود و سلام ہو آپ کے اہلِ بیتِ اطہار پر، جن کی محبت کو ایمان کی شرط قرار دیا گیا اور جن کے درِ اقدس سے علم و عرفان کے چشمے جاری ہیں۔ اسی کے ساتھ صوفیائے کرام کی رفعتوں کو سلام، جنھوں نے اپنے باطن کے مجاہدات اور قلبی ریاضات کے ذریعے اُمت کو معرفتِ الٰہی کی راہیں دکھائیں، اور انسان کو اس کے اصل مقصد، یعنی وصالِ حق تک پہنچنے کے ذرائع فراہم کیے۔

DARGAH HAMZA PIR

اہلِ نظر جانتے ہیں کہ تصوف دراصل دین کی روح ہے۔ شریعت اس کا ظاہر ہے اور طریقت اس کا باطن، اور جب ظاہر و باطن جمع ہو جائیں تو حقیقت تک رسائی ہوتی ہے۔ تصوف کا راستہ وہی ہے جس پر نبی وآلِ نبی کے وارثین، یعنی اولیاء اللہ چلے۔ انہی بزرگوں کے فیضان سے قرونِ ماضیہ میں انسان نے اپنے وجود کو پہچانا، اپنے رب کو پہچانا، اور اپنی حقیقت کو سمجھا۔

میری تحریری روایت بھی ہمیشہ اسی نورانی سلسلے سے وابستہ رہی ہے۔ میرا قلم ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی تعلیماتِ تصوف کو عام کرنے کے لیے اٹھا۔ میرا مقصد یہی رہا کہ یہ معارف محض الفاظ کی آرائش نہ بنیں، بلکہ قلوب میں اُتر کر شعور کی کیفیت پیدا کریں۔

قارئین کرام! ذرا اس بات پر تدبر کیجیے کہ شور اور شعور میں محض ایک "ع" کا فرق ہے۔ یہ "ع" دراصل علم ہے۔ اور یہ علم اُس "ع" سے وابستہ ہے جو علی ہے۔ تعلیم اسی علم کے سہارے قائم ہے۔ اگر لفظِ "تعلیم" سے "علی" کو نکال دیا جائے تو صرف "تم" باقی رہتا ہے۔ یعنی علمِ حقیقی کے بغیر تعلیم کا وجود محض ایک خالی ڈھانچہ ہے۔ اور یہی نکتہ حدیثِ مبارکہ میں بھی جلوہ گر ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أنا مدينة العلم و على بابها"

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Seeparah Love

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات جوامع الکلم میں اسی حدیث کے تحت فرمایا کہ جو کوئی شہرِ علم سے علم حاصل کرنا چاہے، اُسے ناگزیر ہے کہ شہر کے دروازے سے گزرے۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کے علومِ قدسیہ کا مرکز اور منبع امیر المؤمنین حضرت امام علی کرم اللہ وجہہ و علیہ السلام ہی ہیں۔ اور یہی وہ سرچشمہ ہے جس سے صوفیائے کرام نے علم و عرفان کی دولت پائی، اور اسی کو اپنی تعلیمات اور سلوک کا سرمایہ بنایا۔

پس یہ میرے لیے باعثِ شرف ہے کہ میرا قلم ہمیشہ انہی مضامین پر رقصاں رہا—
نبی و آلِ نبی کی مدحت، اولیاء اللہ کی حکمت، اور تصوف کی گہرائیوں کی جستجو۔ یہی میرا موضوع ہے، یہی میرا اعنوان ہے، اور یہی میری کاوشوں کا حاصل ہے۔

پس جب ہم اس علمی و روحانی تسلسل پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی فیضانِ نبوی، یہی نورِ علوی اور یہی مشربِ صوفیاء ہر دور میں زندہ رہا ہے۔ ہر زمانہ میں ایسے نفوسِ قدسیہ پیدا ہوئے جنھوں نے اس نور کو سینہ بہ سینہ آگے منتقل کیا۔ انہی اکابر میں ایک درخشندہ نام حضرت سید نعمت اللہ شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ کا وجود صوفیانہ حکمت، معرفتِ الٰہی اور سلوک کی منازل کا آئینہ دار ہے۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف معرفت و حقیقت کا سرچشمہ ہیں۔
آپ کے قلم سے جو رسائل و کتب ظہور میں آئے وہ صدیوں بعد بھی اہلِ دل کے لیے چراغِ راہ ہیں۔ ان میں نہ صرف سلوک کی منازل کا نقشہ موجود ہے بلکہ انسان اور کائنات کے باطنی اسرار کی جھلک بھی نمایاں ہے۔

گزشتہ برس میری نظر سے شاہ کے چند مخطوطات گزرے۔ مطالعے کے دوران یہ احساس جاگزیں ہوا کہ تصوف کے ایسے ایسے نکات اور معارف ان اوراق میں پوشیدہ ہیں جنہیں عام کرنا نہ صرف میری فکر بلکہ میرا مقصدِ حیات بن جانا چاہیے۔

انہی نادر رسائل میں ایک "رسالہ شرح سوال کمیل بن زیاد قدس سرہ" بھی ہے جس پر میرا ترجمہ اور تحقیقی کام تاحال جاری ہے۔ اس رسالے میں جو روحانی نکات بیان ہوئے ہیں وہ سالک کے لیے گویا ایک نیا جہانِ معرفت کھول دیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ اور بھی ایسے رسائل ہیں جن کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ شاہ نے دقیق اور عمیق صوفیانہ تعلیمات کو نہایت حسین پیرایہ میں بیان کیا۔ ہر جملہ گویا ایک آئینہ ہے جس میں حقیقت کا عکس جھلکتا ہے۔

لیکن میں شاہ کے ایسے رسالے کی جستجو میں تھا جس میں تصوف کی مختصر ہی سہی لیکن جامع تعلیمات ہوں۔ ایک ایسا نسخہ جو قاری کو ابتدا ہی میں پورے سفرِ سلوک کا اجمالی خاکہ دکھا دے اور پھر مزید تفصیل کی طرف مائل کرے۔ اسی تلاش کے دوران میری نظر "رسالہ سلوک" پر پڑی۔ یہ رسالہ نہایت مختصر ہے مگر اپنے اختصار میں بھی ایک کائنات سمیٹے ہوئے ہے۔ گویا قطرے میں دریا، اور دریا میں سمندر کا منظر پیش کرتا ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

جب میں نے رسالہ سلوک کے مخطوطات کا بغور مطالعہ کیا تو دل کی گہرائیوں میں یہ صدا ابھری کہ شاہ کے جس رسالے کی تلاش میں میں مدتوں سرگرداں تھا، وہ تو یہی ہے۔ اس میں تصوف کی تعلیمات اگرچہ مختصر ہیں، لیکن اپنے اندر ایسی جامعیت اور گہرائی لیے ہوئے ہیں کہ ہر سالکِ طریقت کے لیے اس کا مطالعہ لازمی ہے۔ یہ رسالہ دراصل وہ چراغ ہے جو راہِ سلوک کی تاریکیوں میں روشنی بکھیرتا ہے، اور سالک کے قدموں کو منزل تک پہنچنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔

مگر یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہی کہ یہ رسالہ تاحال محض مخطوطات کی شکل میں موجود تھا۔ عوام الناس بھلا کہاں قدیم مخطوطات کی پیچیدگیوں کو سمجھ سکتے ہیں؟ وہ کہاں پرانی کتابت کے رسم و خط اور قدیم اسلوب کی نزاکتوں سے آشنا ہوتے ہیں؟ یہی خیال میرے دل میں مضبوط ہوتا گیا کہ اگر یہ انمول علمی خزانہ پردۂ خفا میں رہا تو آنے والی نسلیں اس سے فیض کیسے پائیں گی؟

چنانچہ میں نے عزم کیا کہ اس رسالے کو منظرِ عام پر لایا جائے، تاکہ ہر وہ شخص جو تصوف اور سلوک کی وادیوں میں قدم رکھنے کا خواہش مند ہے، اسے سہل اور واضح انداز میں پڑھ سکے اور سمجھ سکے۔ بسم اللہ، فی سبیل اللہ، یارسول اللہ ﷺ، یا علی مدد کہہ کر میں نے اس سفر کا آغاز کیا۔

ایران کے شہرِ تہذیب و تمدن، تہران میں واقع "کتابخانہ، موزہ و مرکز اسنادِ مجلس شورای اسلامی" سے مجھے شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے پانچ مخطوطات دستیاب ہوئے۔ میں نے ان نسخوں کو اپنے سامنے رکھا، اور لفظ بہ لفظ انہیں لکھنے اور محفوظ کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ کام محض علمی جستجو نہ تھا، بلکہ میرے لیے ایک روحانی فریضہ تھا—یوں لگتا تھا جیسے صدیوں پرانا فیضان اپنے پردے ہٹا کر آج کے زمانے کے سالکین کے لیے دستک دے رہا ہو۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے اس رسالے میں قرآنِ کریم کی آیات، احادیثِ نبویہ ﷺ، صوفیائے کرام کے اقوال اور اپنے بلیغ اشعار کو اس انداز سے یکجا کیا ہے کہ قاری کے سامنے سلوک کی راہ گویا ایک روشن شاہراہ بن کر ظاہر ہوتی ہے۔ اس کتاب میں میں نے محض ترجمہ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اصل فارسی متن کو بھی شامل کیا ہے تاکہ قارئین براہِ راست شاہ کے الفاظ سے بھی فیض حاصل کر سکیں۔ ساتھ ہی مشکل مقامات کی وضاحت کے لیے تشریحات و توضیحات درج کی گئی ہیں تاکہ معنی کی گہرائیاں ہر سطح کے قاری کے لیے قابلِ فہم ہو سکیں۔

مزید برآں اس کتاب میں سلوک کے مفہوم، اس کی منازل اور اس کے باطنی سفر کو مختلف ابواب میں بیان کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں سلوک کا معنی و مفہوم صوفیاء کے اقوال اور تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے باب سلوکِ باطن اور سفرِ درون میں ایک سالک کے روحانی ارتقاء اور باطنی منازل کا تفصیلی ذکر ہے۔ عصرِ حاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے سلوک اور جدید نفسیات کا باب بھی شامل کیا ہے تاکہ تصوف کی پرانی حکمتیں آج کی علمی زبان سے قریب ہوں، اور نئی نسل کے لیے قابلِ فہم مثالیں درج کی گئی ہیں تاکہ وہ ان معارف کو اپنی روزمرہ زندگی سے جوڑ سکیں۔

یہاں قرآن و حدیث کی روشنی، صوفیاء کے اقوال، اور انسانی نفسیات کے پہلو، سب یکجا کر کے ایک ایسا نقشہ کھینچا گیا ہے جو سلوک کے ہر مسافر کو اپنی استعداد کے مطابق فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یہی امید ہے کہ یہ کاوش اہلِ علم کے لیے تحقیق کا سرمایہ اور اہلِ دل کے لیے رہنمائی کا زینہ بنے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Spreading The Mission Of Spreading Love

آخر میں باری تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے، اس سے دینِ حق کی خدمت ہو، اور قلوب میں محبتِ الٰہی اور اتباعِ سنتِ مصطفوی ﷺ کی شمع روشن ہو۔

وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ إنیب۔

سید جعفر حسین حمزوی

مختصر تعارف حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ

تصوف کی تاریخ میں بعض ہستیاں ایسی ہیں جن کا ذکر چراغ کی مانند ہے—جہاں بھی آئے وہاں روشنی بکھر گئی، اور جن کی حیات و تعلیمات آج بھی سالکینِ طریقت کے لیے مینارِ نور ہیں۔ انہی نفوسِ قدسیہ میں ایک درخشندہ نام حضرت میر سید شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کا ہے۔

نام و نسب

آپ کا اصل نام سید نور الدین یزدی تھا، اور ولادت بابرکت پنجشنبہ کے روز، ۲۲ رجب المرجب ۷۳۰ ہجری کو شہرِ حلب میں ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اسلامی دنیا علمی و روحانی ارتقاء کے مختلف مدارج سے گزر رہی تھی۔ آپ کے والد ماجد، سید عبد اللہ، عربستان اور حلب سے ایران تشریف لائے اور آخر کار مکران کو اپنا وطن بنایا۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

آپ کا پدری نسب انیس واسطوں سے حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ

نوزدہم جدّ من رسول خداست،

آشکاراست نیست پنہانی۔

(میرے انیسویں جد رسولِ خدا ﷺ ہے، یہ بات آشکارا ہے، کوئی پوشیدہ نہیں۔)

آپ نے اپنا شجرہ نسب باقاعدہ منظوم شکل میں قلمبند کیا ہے جو آپ کے دیوان میں موجود ہے۔
اس منظوم شجرے میں وہ اسماءِ مبارکہ شامل ہیں جو نسل در نسل نورِ ولایت کے امین رہے اور بالآخر آپ کے وجودِ پُر فیض تک پہنچے۔ یہ سلسلہ یوں ہے:

1. حضرت امام علی علیہ السلام 2. حضرت امام حسین علیہ السلام
3. حضرت امام زین العابدین علیہ السلام 4. حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
5. سید میر عبداللہ 6. سید اسماعیل 7. سید میر محمد الحسینی 8. سید علی کاشانی
9. سید شاہ ابراہیم 10. سید علی 11. سید میر شاہ حاتم 12. سید شاہ صالح
13. سید شاہ جعفر 14. سید موسیٰ 15. سید ہاشم 16. سید کمال الدین یحییٰ
17. سید میر عبداللہ 18. سید محمد 19. سید میر عبداللہ
20. سید نور الدین شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

نوٹ:

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کے سلسلۂ نسب کے باب میں مختلف کتب میں کچھ مغالطے راہ پاگئے ہیں۔ بعض مؤرخین نے آپ کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل سے بتایا، تو کسی نے آپ کو حسنی سادات میں شمار کیا اور سلسلہ نسب کو حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے ملحق کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب دراصل روایتوں کی بے احتیاطی یا ناقص نقول کے باعث ہوا۔

لیکن خود حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے اپنے دیوان میں اپنا شجرۂ نسب نہایت وضاحت کے ساتھ منظوم کیا ہے، جس میں آپ کی نسبت براہِ راست حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچتی ہے۔

اس مسئلے کی مزید تفصیل اور تحقیقی وضاحت رسالہ شرح سوالِ کمیل بن زیاد قدس سرہ میں پیش کی جارہی ہے، یہ رسالہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی ہی کی تصنیف ہے جس پر ابھی تحقیق جاری ہے جہاں مستند دلائل اور تاریخی شواہد کے ساتھ ان مغالطوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

ہر بزرگ کی زندگی کے ابتدائی نقوش والدین کی تربیت اور گھریلو ماحول کے زیرِ اثر ہی تشکیل پاتے ہیں۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہ کی ابتدائی تعلیم بھی اسی عام دستور کے مطابق اپنے والدین کے سائے عاطفت میں شروع ہوئی۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ابھی آپ سنِ طفولیت ہی سے آگے بڑھے تھے کہ والدِ محترم کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا۔ اس یتیمی کے صدمے کے باوجود حضرت نے اپنی علمی پیاس کو بجھانے کے لئے اپنے وقت کے جید علمائے کرام کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

رضا قلی خان ہدایت طبرستانی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب مجمع الفصحاء (۱۲۸۴ھ) میں حضرت کی تعلیم کے حوالے سے نہایت قیمتی اشارات درج کیے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق:

DARGAH-E-HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

مقدماتِ علوم شیخ رکن الدین شیرازی سے علم کلام حاصل کیے۔
علمِ بلاغت کی لذت اور رموز شیخ شمس الدین مکی نے آپ کو سکھائیں۔
علمِ حکمت و تفسیر کے گوہر آپ نے سید جلال الدین خوارزمی سے چُنے۔
اصولِ فقہ کی دُرستگی اور فقہی مباحث کی پختگی آپ نے قاضی عضد الدین جیسے جلیل القدر عالم کی صحبت میں حاصل کی۔

یوں ایک ایک علم اپنی اپنی کامل صورت میں حضرت کے دامنِ فکر کو سنوارتا گیا اور آپ کی شخصیت علم و عرفان کے حسین امتزاج میں ڈھلتی گئی۔ وہی امتزاج جس نے آگے چل کر آپ کو نہ صرف ایک کامل صوفی، بلکہ ایک درخشندہ عالم، شاعر اور مربی بھی بنایا۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

شجرہ طریقت و خرقہ خلافت

کچھ تواریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شاہ قریب 755 ہجری میں مکہ معظّمہ پہنچے، اُس وقت آپ کی عمر تقریباً چوبیس برس کی تھی۔ وہاں آپ نے قطبِ مکہ، امام یافعی قدس سرہ کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ امام یافعی کا پورا نام ابوالسعادات عفیف الدین عبداللہ بن اسعد تھا۔ یہ شیخ ابوالحسن نورالدین علی بن عبداللہ یمنی طواشی کے مرید تھے۔ چونکہ شیخ طواش کا تعلق بربر قبیلے سے تھا، اسی نسبت سے شاہ نے اپنے سلسلہ ارادت میں انہیں "صالح بربری" فرمایا ہے۔

امام یافعی خود عارفِ اسمِ اعظم تھے اور چالیس برس تک حرمین شریفین کے درمیان مجاہدہ و ریاضت میں بسر کیے۔ اسی سبب اہلِ دل نے انہیں " قطبِ مکہ " کہا۔ آپ کی علمی و صوفیانہ تصانیف میں "تاریخ یافعی" کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ حضرت شاہ نے اُن کے بعض رسائل کی شرح لکھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے بیشتر افکار اپنے شیخ کے فیضان سے منور تھے۔

امام یافعی کی خدمت میں شاہ نے سات برس گزارے، اُن سے تصوف کی باریکیوں کا علم پایا، اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ شاہ اپنے دیوان میں اس روحانی نسبت کا ذکر نہایت شیریں فارسی ابیات میں یوں کرتے ہیں:

شیخ ما کامل و مکمّل بود   قطبِ وقت و امام عادل بود
گاہِ ارشاد چون سخن گفتی   دُرّ توحید را نکو سفتی
یافعی بود نام عبداللہ   رہبرِ رہروانِ آن درگاہ
صالحِ بربریِّ روحانی   شیخِ شیخِ من است تا دانی

شاہ کے سلسلہ تصوف میں امام یافعی اور شیخ صالح بربری کے اوپر بھی مشہور شخصیات ہیں جیسے کہ ابو مدیان مغربی ابو علی رود بار، جنید بغدادی، سری سقطی معروف کرخی۔ اور پھر یہ سلسلہ امام علی رضا علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

1. حضرت شاہ نعمت اللہ ولی

2. امام یافعی (عبداللہ بن اسعد) 3. صالح بربری 4. نجم الدین کمال کوفی

5. ابوالفتوح ساعدی 6. ابومدیان مغربی 7. ابوالسعود اندلسی 8. شیخ ابوالبرکات

9. ابوالفضل بغدادی 10. امام احمد غزالی 11. ابوبکر طوسی 12. ابوالقاسم گرگانی

13. ابوعثمان سعید مغربی 14. ابوعلی کاتب 15. ابوعلی رودباری

16. جنید بغدادی 17. سری سقطی 18. معروف کرخی

19. امام علی رضا (علیہ السلام)

20. امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام)

21. امام جعفر صادق (علیہ السلام)

22. امام محمد باقر (علیہ السلام)

23. امام علی زین العابدین (علیہ السلام)

24. امام حسین ابن علی (علیہ السلام)

25. حضرت علی ابن ابی طالب (علیہ السلام)

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

<u>نوٹ:</u> حضرت نے خود اپنے ایک رسالہ میں سند خرقہ کو بیان فرمایا اس رسالہ کا نام ہے رسالہ فی بیان نسبت الخرقہ۔

تصانیف

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے کہ شاہ نے اپنے زمانے کے جید علمائے کرام سے مقدمات علم بلاغت، حکمت، علم کلام و اصول فقہ کی تحصیل فرمائی تھی لیکن جس فن میں آپ نے بدرجہ اتم کمال حاصل کیا وہ تصوف ہے اور یہ نعمت آپ نے اپنے پیر و مرشد اِمام یافعی سے حاصل کی ہے۔

آپ کی کثیر تصنیفات ہے تواریخ میں ملتا ہے کہ آپ کے تین سو ۳۰۰ سے زائد تصانیف ہیں جن کا خاص موضوع تصوف ہے اور بنیادی موضوع وحدت الوجود ہے۔

- ہمارے شہر حیدرآباد دکن کے کتبخانہ آصفیہ سٹیٹ سنٹرل لائبریری میں مجمع الرسائل نام سے مخطوطہ ہے جو کہ حضرت کے ۱۲۵ رسالہ جات پر مشتمل ہے۔

- ایران کے شہرِ تہذیب و تمدن، تہران میں واقع "کتابخانہ، موزہ و مرکز اسنادِ مجلس شورای اسلامی" میں بھی حضرت کے بہت سے رسالہ جات کے مخطوطات ہے جو کہ راقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں جن کے کچھ نام درج ذیل ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

) رسالہ قل ہو اللہ احد 2) رسالہ تفسیر لا الہ الا اللہ 3) رسالہ فی بیان توحید 4) رسالہ فی بیان سر التوحید 5) رسالہ وجود 6) رسالہ نصیحت 7) فیوضات 8) رسالہ مجمع اللطائف 9) رسالہ مجمع الاسرار 10) رسالہ الہام 11) رسالہ حرف 12) رسالہ معارف 13) رسالہ نوریہ 14) رسالہ مکاشفات 15) رسالہ اصول 16) رسالہ خلوت 17) رسالہ المعروف بالنوریہ 18) رسالہ مراتب 19) رسالہ محبت نامہ 20) رسالہ تحقیقات 21) رسالہ تعریفات 22) رسالہ در بیان اقطاب 23) رسالہ النکات 24) رسالہ برزخ 25) رسالہ تحقیق الجنات

26) رسالہ شرح فاتحۃالکتاب 27) رسالہ در نصیحت سید خلیل اللہ 28) رسالہ حدیث

29) رسالہ منظومہ فی تحقیق الایمان 30) رسالہ نصائح منظومہ 31) رسالہ مسماۃ با النفسیہ

32) رسالہ سوال وجواب 33) رسالہ المعرفۃ باالتعریفات 34) رسالہ ذوقیات 35) رسالہ عینیہ

36) رسالہ نصیحت نامہ خلیفۃاللہ فی ارضہ 37) رسالہ فی بیان نسبت الخرقہ 38) رسالہ فی توکل

39) رسالہ در بیان حواس ظاہر و باطن 40) رسالہ در بیان خلقت انسان

41) رسالہ در بیان موجود ممکن الوجود وواجب الوجود

42) رسالہ در بیان حقیقت بیال و خیال مقید و کیفیت 43) رسالہ رموز

44) رسالہ موسوم بہ مخزن الاسرار 45) رسالہ انعامات 46) رسالہ مسمّٰی بلوائح

47) رسالہ بیان اصطلاحات 48) رسالہ شرح سوال کمیل بن زیاد قدس سرہ

49) رسالہ مہدویہ 50) رسالہ شرح فصوص

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

- رسالہ شرح سوالِ کمیل بن زیاد قدس سرہ

تصوف کی تاریخ میں ایسے رسائل کو نہایت وقعت حاصل ہے جو براہِ راست اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے ارشادات سے جُڑتے ہوں۔ انہی میں سے ایک عظیم رسالہ ہے شرح سوالِ کمیل بن زیاد، جو حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی قدس سرہ کا قلمی سرمایہ ہے۔ یہ رسالہ دراصل اُس مکالمے کی شرح ہے جو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اُن کے خاص خلیفہ حضرت کمیل بن زیاد نخعی قدس سرہ کے درمیان حقیقت کے اسرار و رموز کے متعلق ہوا۔

حضرت کمیل نے بار بار سوال کیا—حقیقت کیا ہے؟ اور ہر مرتبہ امام علی علیہ السلام نے ایک نئے پہلو سے جواب عطا فرمایا۔ کبھی حقیقت کو پردۂ انوار میں دکھایا، کبھی اسے معرفت کی راہوں میں سمجھایا، اور کبھی اسے الفاظ سے ماورا کر کے سکوت کے پردے میں سمو دیا۔

یہی وہ سلسلۂ سوال و جواب ہے جسے صدیوں بعد حضرت شاہ نعمت اللہ ولی نے اپنی فارسی شرح کے ذریعے زندہ و جاوید کر دیا۔

یہاں یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ حدیثِ حقیقت پر دیگر صوفیائے کرام نے بھی شروح لکھی ہیں۔ مثلاً حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رحمہ اللہ نے عربی زبان میں ایک شرح لکھی، جس کا ایک قدیم مخطوطہ راقم الحروف کی نظر سے بھی گزرا۔ مگر جو امتیاز شاہ نعمت اللہ ولی کی تحریر کو حاصل ہے، وہ کسی اور کو نہ مل سکا۔ اُن کی شرح صرف علمی موشگافیوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ دل کے آئینے پر اترنے والا وہ نور ہے جو سالک کو حقیقت کے قریب کر دیتا ہے۔ ان کے کلام میں وہی تازگی ہے جو کوثر کے پانی میں ہے، اور وہی گہرائی ہے جو بحرِ معرفت کی تہہ میں پائی جاتی ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یہ رسالہ اپنی اصل میں فارسی زبان میں تحریر کیا گیا ہے، اور یہی اس کا حسن بھی ہے۔ فارسی کی مٹھاس اور شاہ کے اندازِ بیان نے اسے ایک ایسا گلدستہ بنا دیا ہے جس کے ہر پھول سے خوشبوئے معرفت اٹھتی ہے۔ صوفیانہ اصطلاحات کی نزاکت، قرآنی آیات کی تائید، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ، اور مشائخِ طریقت کے ارشادات—یہ سب مل کر اس رسالے کو ایک ایسی شرح بناتے ہیں جو صدیوں کے بعد بھی اپنی تازگی برقرار رکھے ہوئے ہے۔

نوٹ: جیسا کہ مقدمۂ کتاب میں ذکر ہو چکا ہے، اسی رسالے پر ہماری تحقیق اس وقت جاری ہے۔ ہم اس بات کے درپے ہیں کہ اس شرح کے تمام متون اور مخطوطات کو جمع کر کے ایک مستند شکل میں پیش کریں تاکہ اہلِ علم اور سالکینِ طریقت اس سے بہرہ یاب ہوں۔ ان شاء اللہ یہ تحقیق جلد اپنے تکمیل کے مراحل طے کر کے اشاعت کے قالب میں ڈھل جائے گی۔

- رسالۂ مہدویہ

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی قدس سرہ کی تصانیف میں ایک نہایت اہم اور قابلِ التفات رسالہ ہے رسالۂ مہدویہ۔ نام سے بظاہر یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ رسالہ فرقۂ مہدویہ کی تردید کے لیے لکھا گیا ہوگا، جیسا کہ بعض اوقات سطحی مطالعہ سے ذہن میں یہ تصور ابھرتا ہے۔ لیکن جب یہ رسالہ راقم الحروف کی نظر سے گزرا اور میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا تو حقیقت بالکل دوسری نکلی۔

یہ رسالہ دراصل حضرت امام مہدی علیہ السلام کی فضیلت، آپ کے ظہور کی کیفیت اور اس سے وابستہ روحانی اسرار پر مشتمل ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا ذکر اہلِ معرفت کے لیے کوئی نیا موضوع نہیں۔ صدیوں سے یہ موضوع علما، فقہا اور صوفیہ کے بیانات میں موجود رہا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف رہا کہ کون سی علامات اور کن تفاصیل پر زور دیا جائے۔ اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ فکری فاصلے رہے ہیں، مگر شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہ نے اس رسالے میں نہایت حکیمانہ انداز میں امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ انہوں نے کسی فرقہ وارانہ انداز کو اختیار نہیں کیا بلکہ خالص صوفیانہ اور روحانی زبان میں آپ کی شخصیت، آپ کی علاماتِ ظہور اور آپ کی روحانی عظمت کو بیان کیا ہے۔

DARGAH HAMZA PIR

یہاں ایک نہایت اہم پہلو سامنے آتا ہے کہ شاہ کی بتائی ہوئی امام مہدی علیہ السلام کی علامات محض کتابی یا روایتی انداز میں نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر تاریخ کے آئینے میں ظاہر ہو چکی ہیں اور بعض کا ظہور اب بھی جاری ہے۔ یہ بات اس رسالے کو مزید اہم اور زندہ بنا دیتی ہے کہ اس میں صرف ماضی کی خبریں نہیں بلکہ مستقبل کے حقائق کا بھی بیان ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صوفیہ کا قلم صرف ذکر و فکر، محبتِ الٰہی، اور باطن کی تطہیر پر چلتا ہے۔ لیکن جب اس رسالے پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ نے وقت کے بڑے بڑے موضوعات، اور خاص طور پر امام مہدی علیہ السلام جیسے اہم اور نازک مسئلے پر بھی اپنے قلم سے روشنی ڈالی ہے۔

- رسالہ شرح فصوص

رسالہ شرح فصوص کا نام سنتے ہی ایک ایسی گہری دنیا کے دروازے کھل جاتے ہیں جس کی بنیادیں معرفت و حقیقت کی سرزمین پر قائم ہیں۔ یہ رسالہ دراصل اُس بے مثال اور ہمہ گیر تصنیف فصوص الحکم کی شرح ہے جو دنیائے تصوف کے امام، عارفِ کامل اور شیخِ اکبر، حضرت محی الدین ابن العربی اندلسی رضی اللہ عنہ کی یادگار ہے۔ فصوص الحکم کا شمار اُن کتابوں میں ہوتا ہے جو محض مطالعے کے لیے نہیں، بلکہ دل کے دریچوں کو کھولنے اور باطن کے آئینے کو جلا بخشنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اسی لیے صدیوں سے اولیائے کرام، مشائخِ طریقت اور اربابِ سلوک اس بحرِ بے کنار میں غوطہ زن ہوتے آئے ہیں اور ہر ایک نے اپنی روحانی تشریح و توضیح کے ذریعے اس کے موتیوں کو قاری کے سامنے بکھیرنے کی کوشش کی ہے۔

انہی سلسلوں میں حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ بھی ایک بیش قیمت گوہر ہے۔

اگرچہ فصوص الحکم پر بے شمار شروح لکھی گئیں،

DARGAH HAMZA PIR

مگر شاہ کا یہ کارنامہ اس لیے ممتاز ہے کہ آپ نے اس کی شرح فارسی زبان میں رقم فرمائی اور یوں برصغیر و ایران کی علمی و روحانی دنیا کو اس خزانے سے روشناس کیا۔ راقم الحروف کی نظر سے اس رسالے کا بھی ایک نسخہ گزرا ہے، جو شاہ کی فکر کے گہرے نقوش سے مزین ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولی کے افکار کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایک حقیقت پوری وضاحت کے ساتھ آشکار ہوتی ہے کہ آپ کی فکر کا مرکزی اور بنیادی موضوع تصوف ہی نہیں بلکہ اُس کا عطرِ ناب، یعنی وحدت الوجود ہے۔ جی ہاں! وحدت الوجود—وہی نظریہ جو شیخ اکبر ابن العربی کے افکار کا جوہر ہے، اور جس نے صدیوں سے اہلِ دل کو اپنی کشش سے مسحور کیا ہوا ہے۔ شاہ کے دیگر رسائل میں بھی اس نظریے کی جھلک صاف محسوس کی جا سکتی ہے۔

اب رہی فصوص الحکم کی حقیقت—یہ وہ کتاب ہے جسے "قرآنِ تصوف" کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ حکمتوں کے جواہر ہیں جو مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات کے آئینے میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر نے اس میں نبوت کے اسرار، ولایت کے رموز اور حقیقتِ محمدیہ کے انوار کو نہایت باریک اور دقیق اسلوب میں بیان کیا ہے۔ اس کے ایک ایک باب میں معرفت کے ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء بھی حیرت میں ڈوب جاتے ہیں اور اہلِ دل وجد و سرور میں کھو جاتے ہیں۔ اسی لیے اس کتاب پر دنیا کے ہر خطے کے صوفیہ نے شروح لکھی ہیں—کسی نے اسے فلسفیانہ زاویے سے سمجھانے کی کوشش کی، کسی نے ذوقِ عرفانی کے رنگ میں ڈبویا، اور کسی نے اپنے کشف و مشاہدے کی روشنی میں اس کی گرہیں کھولیں۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی بھی اسی قافلے کے ہم رکاب نظر آتے ہیں۔

DARGAH HAMZA PIR

- دیوان حضرت شاہ نعمت اللہ ولی

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ کی شخصیت جہاں اپنے بے شمار رسائل و تصانیف کے سبب عالمِ تصوف میں درخشاں ہے، وہیں آپ کا دیوان بھی ایک انمول سرمایہ ہے۔ یہ دیوان محض چند اوراق یا معمولی اشعار کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر کائنات ہے جو آپ کے عرفان، ذوق اور جمالیاتی شعور کا آئینہ دار ہے۔ آپ کے قلمی کلیات میں تقریباً چودہ ہزار ایک سو ستر (14170) اشعار محفوظ ہیں، جو مختلف اصنافِ سخن پر مشتمل ہیں۔ اس میں نہ صرف غزل اور قصیدہ کی جولانیاں ہیں بلکہ رباعیات، مثنویاں اور منظوماتِ عارفانہ بھی ایسی وسعت سے جلوہ گر ہیں کہ قاری پر حیرت کے در وا ہو جاتے ہیں۔ دیوان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اہلِ ادب اور صوفی شعرا نے آپ کے کلام کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ جناب قمر اسلام پوری صاحب نے ایک غیر معمولی نوٹ نقل کیا ہے، جو دراصل آپ کی شعری عظمت پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا ہے۔

اس نوٹ میں درج ہے:

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

”شاہ نعمت اللہ اندوریؒ کی ادبی سرگرمی کی وجہ یہ نہیں بلکہ اپنے شاہانہ کمالات کے باعث بھی بہت مشہور ہیں۔ منام ابوالاعلیٰ جامی، قاسمؔ، ذوقؔ، نظیرؔ نامی شعرا کے ساتھ ان کے کلام کی خوبی تعریف کرنے میں شاہ صاحب کا شمار شاہ موضعی شعراء کے ہم گروہ سے ہوتا ہے۔ جن میں سنائی، عطار، مولوی، جرائی، اوحدی، سلیمان، ابوسعید، ابوالمعانی اور وخشو شامل ہیں۔ ان اساتذہ کے کلام کی حفاظت اور اشاعت میں زبان دانی کے نہج پر بڑی محنت کی، اور یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں کہ اکثر شعرا و ادبا آپ کے معتقد اور معترف موجود ہیں۔“

کشف و کرامت

اولیائے کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالیے تو ایک بات نہایت وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ ان بزرگوں کو دنیاوی جاہ وجلال اور بادشاہوں کی سازشوں و فریبوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ دربارِ الوہیت کے درباری تھے، ان کی نگاہ بادشاہوں کے طِلا اور دنیا کے خزانے پر نہیں بلکہ حق تعالیٰ کے جمال پر تھی۔ یہی ان کا فخر تھا اور یہی ان کی شناخت۔ ہاں! یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ صالح اور عادل حکمرانوں کی قدر ضرور کرتے، مگر جب کوئی بادشاہ غرورِ سلطنت میں مبتلا ہو کر ان کو آزمانے کی جسارت کرتا تو انجام کار نادم و شرمندہ ہو کر انہی بزرگوں کے قدموں میں جا گرتا۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہ العزیز کی حیاتِ مبارکہ میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ ملتا ہے جو ان کی کرامت اور درویشانہ جلال کی واضح دلیل ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

شاہ کی خانقاہ میں اہلِ دنیا کی طرف سے تحائف و نذور کا تانتا بندھا رہتا۔ آپ ان میں سے خود بھی تناول فرماتے اور مستحقین میں تقسیم بھی کرتے۔ ایک روز تیموری شہزادہ مرزا شاہ رُخ، جو اپنی سلطنت کے غرور میں ڈوبا ہوا تھا، نے عرض کیا:

”میں نے سنا ہے کہ آپ کبھی مشتبہ غذا بھی کھا لیتے ہیں۔ یہ کیا ماجرا ہے؟“

حضرت نے جواب میں کوئی طویل تقریر نہ کی بلکہ ایک ہی شعر لکھ بھیجا:

گر شود چوں جملہ مالامال

کے خورد مردِ خداانا حلال

(یعنی اگرچہ سب کچھ مشتبہ دکھائی دے، مگر مردِ خداہمیشہ حلال ہی کھاتا ہے۔)

یہ کلام بحر و دریا کی مانند گہرا تھا، مگر شاہ رُخ کا دل مطمئن نہ ہوا۔ اس نے اپنی فہمِ ناقص سے سوچا کہ میں شاہ نعمت اللہ کا امتحان لوں۔ چنانچہ ایک روز اس نے ظلم و جبر سے کسی غریب چرواہے کی بکری چھین لی، اسے ذبح کرواکر گوشت پکوایا اور شاہ کو دعوت دی۔ شاہ نعمت اللہ نے بلاتکلّف کھانا تناول فرمایا۔ بادشاہ کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی اور طنزیہ لہجے میں کہا:

"حضرت! آپ نے تو مشتبہ بلکہ غصب شدہ گوشت کھالیا ہے، یہ کیسے ہوا؟"

حضرت نے نہ غصے میں کلام فرمایا نہ مدافعت کی راہ اختیار کی بلکہ نہایت سکون سے فرمایا: "ذرا تحقیق تو کرو کہ یہ گوشت کہاں سے آیا ہے۔"

جب چھان بین کی گئی تو حقیقت سامنے آئی کہ وہ بکری جسے بادشاہ کے کارندوں نے زبردستی چھینا تھا، دراصل اس چرواہے نے بطورِ نذر حضرت شاہ نعمت اللہ کے لیے مقرر کر رکھی تھی۔ یوں گوشت مشتبہ نہ رہا بلکہ وہ تو ہدیۂ اخلاص تھا جو خود اپنے وقت کا ولی اللہ کھا چکا تھا۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یہ سنتے ہی بادشاہ کے ہوش اڑ گئے۔ اس پر انکشاف ہوا کہ اولیائے اللہ کے قلوب کو حق تعالیٰ کی خاص حفاظت حاصل ہے؛ وہ جسے چاہے باطن میں حرام سے محفوظ رکھتا ہے۔ مرزا شاہ رُخ لرزتے ہوئے حضرت کے قدموں پر جھک گیا، معافی طلب کی اور توبہ کرتے ہوئے عہد کیا کہ اب کبھی بھی اولیائے کرام کو آزمانے کی کوشش نہ کرے گا۔

یہ واقعہ دراصل اس حقیقت کا مظہر ہے کہ اولیائے کاملین کے قلوب و ارواح، حفظِ الٰہی کی ایسی حصار میں ہوتے ہیں جہاں دنیاوی فریب و شبہات کی رسائی ممکن نہیں۔ ان کا ظاہر بھی نور کا آئینہ اور ان کا باطن بھی ذکرِ حق کا گنجینہ ہوتا ہے۔ جو چشمِ ظاہر سے دیکھے گا وہ ایک سادہ درویش پائے گا، مگر جو نظرِ باطن سے دیکھے گا وہ دیکھے گا کہ یہ درویش دربارِ حق کے مقرب ہیں، جن کے دل میں ایک لمحے کو بھی غیرِ خدا کا گزر نہیں۔ مرزا شاہ رُخ کا یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے اس بات کی دلیل بن گیا کہ اولیاء اللہ کے مقام کو عقلِ دنیوی سے پرکھنے کی جسارت، انجام کار ندامت اور توبہ ہی ہے۔ وہ درویش جنہیں دنیا آزمانا چاہتی ہے، دراصل خود دنیا ان کی صداقت کے سامنے رسوا ہو جاتی ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولیؒ اور سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے تعلقات

تاریخِ دکن میں شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کا ذکر ایک نہایت درخشاں پہلو کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب تصوف کی کرنیں دکن کی سیاست اور روحانی فضا دونوں پر گہرا اثر ڈال رہی تھیں۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بہمنی سلطنت کے سلطان احمد شاہ اول، جو "ولی" کے لقب سے مشہور ہوئے، سیاسی اعتبار سے ایک مقتدر بادشاہ تھے اور اپنے عہد کے اہلِ تصوف و سلوک کے بھی بڑے قدردان اور مریدانہ عقیدت رکھنے والے حکمران تھے۔ اسی کی بنیاد پر سلطان احمد شاہ اور حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے درمیان ایک روحانی تعلق پیدا ہوا۔

اُس زمانے میں حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کی کرامات اور روحانی فیضان کا چرچا ہر سمت پھیلا ہوا تھا۔ سلطان احمد شاہ نے شیخ حبیب اللہ جنیدی—جو حضرت کے خاص مریدوں میں سے تھے—کے توسط سے میر شمس الدین قمی کے ہمراہ بیش قیمت ہدیے و تحائف شاہ نعمت اللہ ولی کی خدمت میں روانہ کیے۔ اس وفد کے ساتھ بادشاہ کی یہ خواہش منسلک تھی کہ وہ بذاتِ خود حضرت سے شرفِ ملاقات حاصل کرے۔ حضرت نے ان تحائف کی نہایت قدر کی اور اپنی روحانی فراست کے جلوے میں ایک سبز تاج، جو بارہ گوشوں پر مشتمل تھا، تیار فرما کر صندوق میں رکھ دیا اور اپنے مخلص مرید ملا قطب الدین کے سپرد کیا تاکہ یہ تاج سلطان احمد شاہ تک پہنچا دیا جائے۔

یہاں ایک نہایت لطیف روحانی اشارہ ظاہر ہوا۔ جب سلطان احمد شاہ نے ملا قطب الدین کو دیکھا تو بے اختیار کہا کہ یہی وہ درویش ہیں جنہیں میں نے فیروز شاہ کے ساتھ ایک معرکہ آرائی کے دوران خواب میں دیکھا تھا۔ اُس وقت خواب میں ایک سبز تاج مجھے عطا کیا گیا تھا، لیکن میں نے اس خواب کو آج تک کسی سے بیان نہیں کیا۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اگرچہ لمحہ بھر کے لیے بادشاہ کے دل میں شک گزرا، لیکن حضرت نے نہایت واضح انداز میں اُس مقام اور اُس درخت کا ذکر کیا جہاں خواب میں تاج عطا ہوا تھا۔ جب صندوق کھولا گیا اور تاج کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو احمد شاہ کے دل میں یقین پختہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ شاہ نعمت اللہ ولی کا مکتوب بھی تھا جس میں سلطان کو "ولی" کے لقب سے یاد فرمایا گیا تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب احمد شاہ بہمنی ہمیشہ کے لیے "احمد شاہ ولی" کے نام سے مشہور ہو گئے اور سرکاری فرامین و فرمانوں میں بھی اُنہیں اسی لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

یہ تعلق صرف ایک خواب یا ایک تاج تک محدود نہ رہا۔ اسی سال احمد شاہ نے خواجہ عمادالدین بختانی اور سیف اللہ حسن آبادی کو حضرت کی خدمت میں دوبارہ روانہ کیا اور عرض کی کہ اپنے کسی فرزند کو دکن بھیجیں تاکہ وہاں سلسلۂ نعمت اللہیہ کی برکات جاری ہوں۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کو اپنے فرزندِ اکبر، شاہ خلیل اللہ، سے جدائی گوارا نہ ہوئی کیونکہ وہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ تاہم آپ نے اپنے پوتے میر نور اللہ بن شاہ خلیل اللہ کو دکن روانہ فرمایا۔

جب میر نور اللہ بیدر کے قریب پہنچے تو سلطان احمد شاہ خود اپنے تمام صاحب زادوں کے ہمراہ اُن کے استقبال کے لیے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ اُن کا استقبال کیا اور خاصہ شاہی کی پالکی بھی روانہ کی تاکہ شاہی خاندان کی شان کے مطابق ان کی تکریم کی جائے۔
یوں کہا جا سکتا ہے کہ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ اور سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کا یہ تعلق دکن کی تاریخ میں صوفی و سلطنت کے گہرے امتزاج کی ایک زندہ مثال ہے۔

اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ شاہ نعمت اللہ ولی تو ماہان میں ہے لیکن اُن کی توجہ خاص ہندوستان میں ہے۔

جیسا کہ یہ شعر ملاحظہ فرمائیے:

دست در ہند خرقہ در ماہان

تاج بخشی چنیں کند شاہاں

یوں دکن میں شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے خلفاء کے ذریعے یہ روحانی سلسلہ دور دور تک پھیلتا گیا اور بے شمار دلوں کو اپنی برکات سے منور کرتا رہا۔ بعد کے زمانے میں ہندوستان میں اس سلسلے کے آخری بڑے پیشوا رِضا علی شاہ (وفات 1214ھ/1799ء) کو یہ احساس ہوا کہ ایران میں نعمت اللہیہ کے مرید اپنے وطن میں ایک صاحبِ اجازت مرشد کی کمی محسوس کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے برگزیدہ شاگرد میر سید عبدالحمید معصوم علی شاہ (وفات 1212ھ/1797ء) کو ایران بھیجا تا کہ وہاں سلسلے کی از سرِ نو تنظیم اور احیاء کیا جا سکے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

سید معصوم علی شاہ کے بعد بید ختی گن ابادی نعمت اللہی سلسلۂ اقطاب اس طرح آگے بڑھا:

نور علی شاہ اوّل، حسین علی شاہ اصفہانی، مجذوب علی شاہ، میرزا زین العابدین شیروانی مست علی شاہ، میرزا زین العابدین شیرازی رحمت علی شاہ، محمد کاظم سعادت علی شاہ اصفہانی، سلطان محمد بید ختی گن ابادی سلطان علی شاہ، نور علی شاہ ثانی، محمد حسن صالح علی شاہ، سلطان حسین تابندہ رضا علی شاہ۔

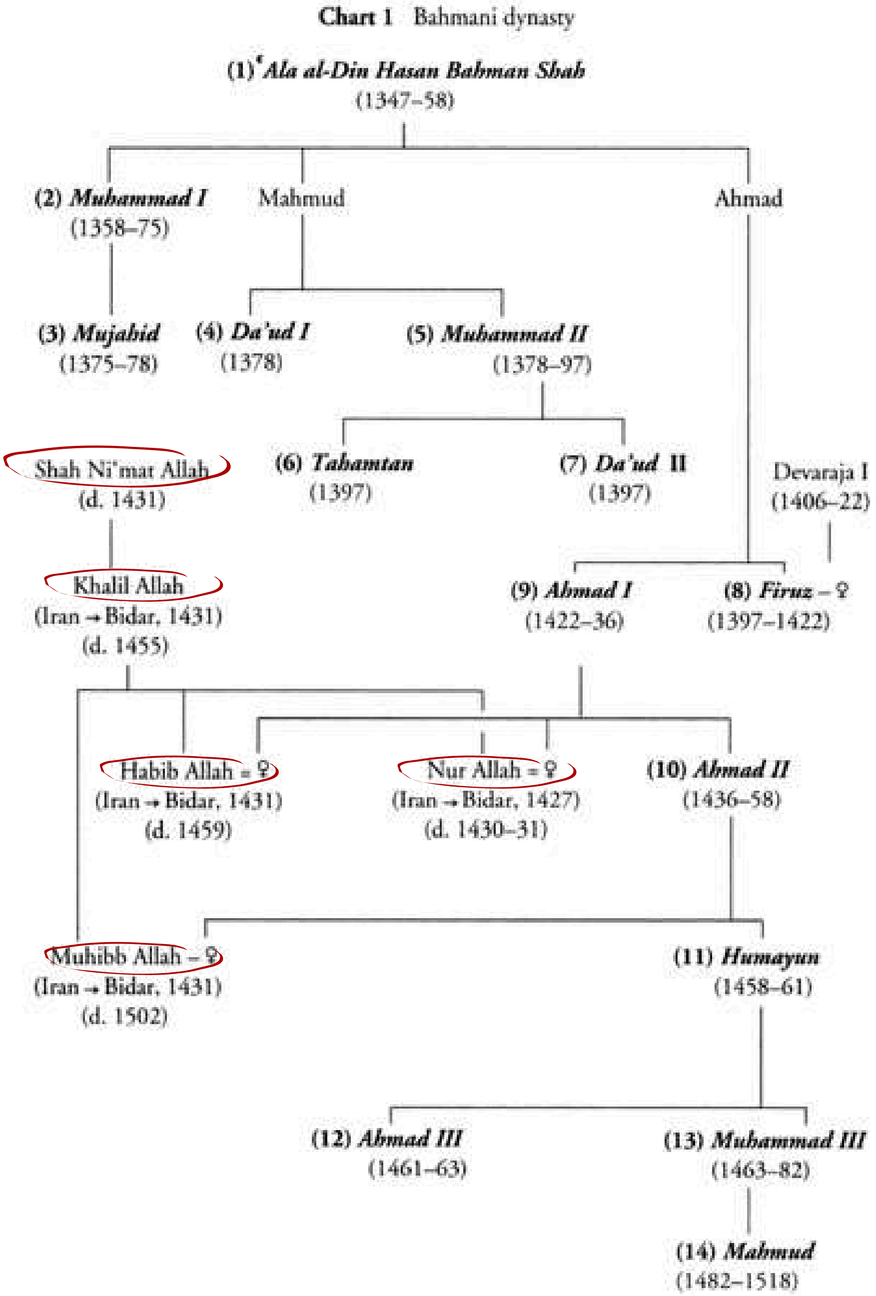

بہمنی سلاطین کا شجرۂ نسب

(جس میں حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ اور اُن کے خانوادے کے اُن افراد کے اسمائے گرامی نمایاں کیے گئے ہیں جن کی شادیاں بہمنی شاہی خاندان میں ہوئیں)

ماخذ: A Social History of the Deccan, 1300–1761 —

مصنف: Richard M. Eaton

Richard M Eaton نے اپنی مشہور تصنیف A Social History of the Deccan, 1300–1761 میں بہمنی سلاطین کے شجرۂ نسب کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ اور ان کے خانوادے کے تعلقات پر نہایت اہم بحث کی ہے۔ ایٹن لکھتے ہیں کہ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی نے ایران کے صوبہ کرمان میں مقیم اس جلیل القدر بزرگ کی شہرت سنی تو دل میں یہ آرزو بیدار ہوئی کہ انہیں دکن بلایا جائے۔

شاہ نعمت اللہ ولیؒ کی شان یہ تھی کہ تیمور جیسا عظیم فاتح بھی جب اُنہیں اپنی سرپرستی میں لینا چاہتا تھا تو آپ نے بڑی جرات مندانہ اور حق گوئی کے ساتھ اُس کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ روایات میں یہ الفاظ منقول ہیں:

"ہٹ جاؤ اے شہزادے! میرے سامنے سونا اور چاندی مت لہراؤ۔
تمہاری سلطنت اگر چین سے شیراز تک پھیلی ہے،
تو میری سلطنت وہ ہے جس کی کوئی سرحد نہیں۔"

DARGAH HAMZA PIR

یہ جملہ آپ کی روحانی عظمت اور بے نیازی کا آئینہ دار ہے۔ سلطان احمد شاہ کے لیے یہ فخر کی بات تھی کہ وہ ایسے بزرگ کو اپنے دربار کی زینت بنائیں۔ چنانچہ پہلے ایک قاصد کرمان بھیجا گیا، مگر شاہ صاحب نے آنے سے انکار فرمایا۔ دوسری بار پیغام بھیجا گیا تو آپ نے اپنے پوتے نور اللہ کو دکن روانہ فرمایا۔ سلطان احمد شاہ نے اُنہیں نہ صرف ایک خاص قیام گاہ عطا کی بلکہ اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح بھی کیا۔ اس رشتے کے بعد شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا پورا خاندان ایران سے ہجرت کر کے دکن آگیا اور بہمنی سلاطین کے ساتھ رشتے داری تعلقات قایم ہوئے۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا وصال اور مزارِ مبارک

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۵ رجب المرجب ۸۳۴ھ (مطابق ۱۴۳۰ء) کو قصبہ ماہان میں ہوا، جو شہرِ کرمان (ایران) سے تقریباً سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بوقتِ وصال آپ کی عمرِ مبارک ایک سو چار برس تھی اور آپ نے تقریباً چوہتر سال تک مسندِ قطبیت پر جلوہ افروز رہ کر رشد و ہدایت کا فیضان عام فرمایا۔

دکن کے سلطان احمد شاہ ولی بہمنی، جن کی عقیدت و محبت کا ذکر قبل ازیں آ چکا ہے، آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی عظمت و جلال کو نہایت شاندار انداز میں اجاگر کرتے رہے۔ ان کے تعمیر کردہ عظیم گنبد میں، جو بیدر (دکن) میں واقع ہے، طلائی حروف میں حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا سنِ وصال ۸۳۴ھ درج ہے اور اس پر یہ دلنشین اشعار کندہ ہیں:

آنکہ روشن تر از خورشید و ماہ است — شاہِ کونین نعمت اللہ است

قدوۂ دودمانِ آلِ عبا است — زندہ خاندانِ صدق و صفا است

آنکہ مفتاح بابِ فردوس است — نقل او "آفتابِ فردوس" است

۸۳۴ھ

اسی طرح دکنی زبان میں بھی ایک تاریخی قطعہ موجود ہے جس میں آپ کے وصال کی تاریخ نہایت ہی خوب انداز میں یوں نکالی گئی ہے:

اتھے خوب شاہ نعمت اللہ ولی　　کرے یادِ حق کوں خفی و جلی
رجب کا بیچ مہینہ انوں پائے ہیں　　پچیسویں کر کے سب بھائے ہیں
اگر توڈھونڈے گا انوں کا وصال　　اتھے آٹھ سو تیں پر چار سال

مقبرۂ شاہ نعمت اللہ ولیؒ

قصبۂ ماہان، جو شہرِ کرمان (ایران) سے قریباً سات میل کے فاصلے پر واقع ہے، حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے مزارِ پرانوار کی بدولت آج بھی ایک عظیم روحانی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مقدس آستانہ اپنے حسین طرزِ تعمیر اور فنِ عمارت کی نفاست کے سبب ایرانی فنِ تعمیر کا ایک درخشاں شاہکار مانا جاتا ہے۔

حضرت کے مزار کی موجودہ ہیئت کئی ادوار کی یادگار ہے۔ اصل مرقد اور بارگاہ کی بنیادیں دکن کے سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے دور میں رکھی گئیں۔ سلطان موصوف، جو حضرت کے بے حد عقیدت مند تھے،

DARGAH HAMZA PIR

نہ صرف تعمیر کے ابتدائی اخراجات کے ذمہ دار تھے بلکہ ہر سال خانقاہ کے مصارف کے لیے باقاعدہ رقم بھی روانہ فرمایا کرتے تھے۔ انہی کے حکم پر مرقد کے اوپر دلکش نیلے رنگ کا گنبد اور اس کے قریب ایک وسیع و عریض بارگاہ تعمیر کی گئی۔ حضرت کے مرقد کا تعویذ زرد سنگِ مرمر سے آراستہ ہے جو آج بھی اپنی دلکشی اور جاذبیت کے باعث زائرین کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

بعد ازاں صفوی شاہِ ایران، شاہ عباس کے عہدِ حکومت میں اس بارگاہ کے مختلف حصوں کی توسیع کی گئی، جب کہ بلند و بالا میناروں کی تعمیر قاجاری حکمرانوں اور محمد شاہ کے دور میں مکمل ہوئی۔ یوں یہ مزار کئی صدیوں کے فنِ تعمیر اور تاریخی ادوار کا نادر امتزاج پیش کرتا ہے۔

اس مزار کی شان و عظمت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایران میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مشہدِ مقدس کے بعد اگر کوئی درگاہ سب سے زیادہ مرجعِ خلائق رہی ہے تو وہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا یہ دربار ہے۔ قدیم زمانے سے لے کر آج تک ہزاروں زائرین یہاں حاضری کے لیے آتے ہیں، دعاؤں اور فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

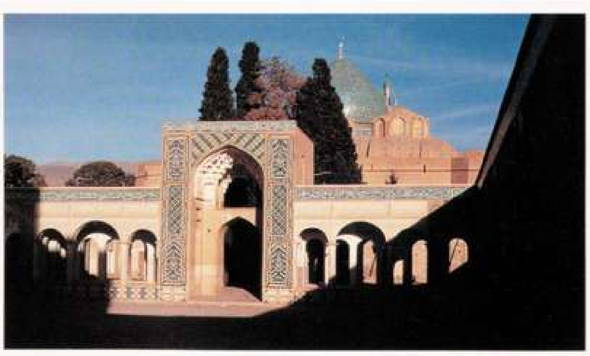

شیخ نعمت اللہ ولی (وفات 1431) کا مزار،
جو ماہان (ایران) میں واقع ہے، جنوب مشرقی ایران اور ہندُستان
کے لیے ایک بڑا صوفیانہ مرکز ہے۔

منقبت

جلوہء نورِ خدا ہے نعمت اللہ الولی.
فخرِ آلِ مصطفیٰ ہے نعمت اللہ الولی.

رازدارِ مرتضیٰ ہے نعمت اللہ الولی.
نعمتِ عشق و وفا ہے نعمت اللہ الولی.

سلسلہ ہے آپ کا سارے جہاں میں نامور،
ناچیں مردِ خدا ہے نعمت اللہ الولی.

سب رسائل آپ کے گنجینہء عرفان ہے،
بحرِ اسرارِ خدا ہے نعمت اللہ الولی.

خوب دربارِ ولایت سے نوازا جاؤنگا،
مدح بسملؔ نے لکھا ہے نعمت اللہ الولی.

از کلام: راقم الحروف، سید جعفر حسین بسملؔ حمزوی

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

رسالہ سلوک کا تعارف

رسالہ سلوک حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ کی وہ عظیم یادگار ہے جس میں سالک کے لئے راہِ سلوک کو نہایت ہی وضاحت اور بصیرت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ تصنیف اپنے نام ہی سے اپنی حقیقت کو آشکار کرتی ہے۔ "رسالہ سلوک" گویا سالک کے لئے ایک مشعلِ راہ ہے، ایک ایسا رہنما چراغ جس کی روشنی میں مسافرِ حقیقت اندھیروں سے بچ کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کی راہیں تلاش کر سکتا ہے۔

اس رسالے کی ابتدا ایک حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے۔ حضور سرورِ کائنات حضرت سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے کتنے راستے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الطریقُ اِلَی اللهِ بِعَدَدِ نُفوسِ الخَلائق"

یعنی اللہ تک پہنچنے کے راستے مخلوقات کی جانوں کی تعداد کے برابر ہیں۔

سبحان اللہ! یہ کتنا عظیم اور پر معنی فرمان ہے۔ اس ایک جملے میں عارفین کے لئے کائناتِ حقیقت کے بے شمار دروازے کھلتے ہیں۔ تاہم جب اہلِ تحقیق نے اس حدیثِ مبارکہ کا جائزہ لیا تو یہ بات سامنے آئی کہ یہ روایت قدیم مصادر و مراجع میں مذکور نہیں ملتی۔ اس لئے بعض اہلِ علم نے اسے قولِ رسول ﷺ تسلیم کرنے میں توقف کیا۔ مگر دوسری طرف جامعہ الازہر شریف جیسے جلیل القدر ادارے کے علمائے محققین نے اس پر تحقیق فرما کر اسے حدیثِ رسول ﷺ کے درجے میں مانا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حدیث کو سمجھنا ایک الگ علم ہے اور صوفیائے کرام اس علم میں بھی ایسی مہارت رکھتے ہیں جو عام علماء کی سطح سے کہیں بلند ہے۔ عام علماء روایت کے صحیح، ضعیف اور حسن ہونے پر گفتگو کرتے ہیں، جب کہ صوفیہ کی نظر حقیقت پر ہوتی ہے۔ وہ قال سے زیادہ حال پر گواہی دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصل چیز حدیث کی سند یا راوی نہیں بلکہ اس کا نورانی مفہوم اور اس کے پیچھے پوشیدہ حقیقت ہے، جس پر وہ براہِ راست مشاہدے اور مکاشفے کے ذریعے مطلع ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "الطریق الی اللہ بعدد نفوس الخلائق" جیسا فرمان اگرچہ کتبِ حدیث میں کم ذکر ہوا ہے، مگر صوفیہ کے دلوں میں یہ حکمت ایک دائمی حقیقت کے طور پر جلوہ گر ہے۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے نہ صرف علومِ شریعت میں کمال حاصل کیا بلکہ طریقت و معرفت کے اسرار کو بھی بیان فرمایا۔ آپ نے اپنے وقت کے اجلّہ علماء سے علم حاصل کیا اور پھر اپنی روحانی بصیرت کے ذریعے ان علوم کو ایک نئی جہت بخشی۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

ابتدائے آفرینش ہی سے یہ راز آشکار ہے کہ انسان کا اصل سرمایہ علم ہے۔ قرآنِ مجید نے بارہا اہلِ فکر و تدبر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اِفَلَا یَتَدَبَّرُونَ، اِفَلَا یَعقِلُونَ، اور قُل ہَل یَستَوِی الَّذِینَ یَعلَمُونَ وَالَّذِینَ لَا یَعلَمُونَ۔ یہی آیات ہمیں یہ حقیقت جتا رہی ہیں کہ عقل و علم کے بغیر نہ تو بندگی کا حق ادا ہو سکتا ہے اور نہ ہی کائنات کے اسرار پر دسترس حاصل کی جا سکتی ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی حضور نبی کریم حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کو مومن کا کھویا ہوا خزانہ قرار دیا ہے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا امام علی کرم اللہ وجہہ و علیہ السلام کا یہ قول آج بھی دانش کے چراغ کی مانند دلوں کو منور کرتا ہے کہ: "اَلْعِلْمُ سُلْطَانٌ، مَنْ وَجَدَهُ صَالَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْهُ صَالَ عَلَيْهِ" (علم بادشاہت ہے، جو اسے پالے وہ غالب ہے، اور جو محروم رہے اس پر دوسرے غالب آتے ہیں)۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابرین نے جب قرآن وسنت کی بنیاد پر غور و فکر کیا تو ان کی تحریروں میں ایک خاص ذوقِ تکرار بھی جلوہ گر ہوئی۔ یہ تکرار سطحی نہیں بلکہ قاری کے قلب پر مسلسل دستک دینے کا ہنر ہے۔ اشعار کی بازگشت اور معانی کی مسلسل گونج ذہن و دل میں ایسا ارتعاش پیدا کرتی ہے جو عام عبارت سے ممکن نہیں۔ یہ ان کے فنِ شاعری اور لطافتِ ذوق کی دلیل بھی ہے اور ایک روحانی اثر انگیزی کا ذریعہ بھی۔ تاہم حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جہاں یہ تصانیف روحانیت اور عرفان کے سرچشمے ہیں، وہیں ان میں جا بجا ایسے نکات بھی ملتے ہیں جو جدید سائنس کے اصولوں سے ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ صوفی بزرگ صدیوں پہلے ان حقائق کی طرف اشارہ کر گئے تھے جنہیں آج کی لیبارٹریاں اور جدید تحقیقات تسلیم کر رہی ہیں۔

کبھی وہ انسانی روح اور جسم کے تعلق پر ایسے لطیف اشارات کرتے ہیں جنہیں آج سائیکالوجی اور نیورو سائنس نئی زبان میں بیان کر رہی ہے۔ کبھی کائنات کی وسعتوں اور ستاروں کی گردش کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں کہ جدید فلکیات (Astronomy) اس کی تائید کرتی ہے۔ اور کبھی وہ نورِ نبوت اور فیضانِ ولایت کے بیان میں وہی الفاظ استعمال کرتے ہیں جو آج توانائی (Energy) اور روشنی (Light) کے قوانین سے مطابقت رکھتے نظر آتے ہیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام کی نگاہیں صرف ظاہر تک محدود نہ تھیں بلکہ ان کے اشراق اور کشف نے ان حقائق کو بھی پا لیا تھا جن تک سائنس صدیوں بعد پہنچی۔ اس طرح یہ رسائل محض روحانیت کا سرمایہ نہیں بلکہ ان میں ایک ایسا علمی و سائنسی ذوق بھی چھپا ہوا ہے جو قاری کو حیرت اور تفکر کی نئی دنیا میں لے جاتا ہے۔

اب اگر رسالہ سلوک کی مزید خصوصیات پر نگاہ ڈالی جائے تو سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں جا بجا قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور صوفیائے کرام کے اقوالِ حکیمانہ بکھرے ہوئے ہیں۔ ان حوالہ جات نے رسالے کی فکری بنیاد کو مضبوط کیا ہے اور ہر جملہ گویا آسمانی حکمت کا ترجمان معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس سب کے ساتھ ساتھ ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے اکثر و بیشتر رسائل کی طرح اس رسالے کے ہر صفحے پر ان کے روحانی اشعار بھی جلوہ گر ہیں۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission of Spreading Love

ہر صفحے پر شعر کا ورود بلاشبہ آپ کے کمالِ سخن فہمی اور فنِ شاعری کی دلیل ہے۔ لیکن اس میں ایک پوشیدہ نکتہ بھی ہے کہ اشعار کی یہ تکرار قاری کو محض مطالعہ پر نہیں چھوڑ دیتی، بلکہ رفتہ رفتہ اسے اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ پڑھنے والا اشعار کے تسلسل میں یوں کھو جاتا ہے گویا سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہو۔ سننے میں شاید یہ ایک افسانوی کیفیت معلوم ہو، لیکن حقیقت میں یہ وہی اثر ہے جو شاعری کی موسیقیت اور روحانیت مل کر پیدا کرتی ہیں۔

جدید نیوروسائنس اور علمِ نفسیاتِ مطالعہ نے اس کیفیت کو اپنے انداز میں واضح کیا ہے۔
ان تحقیقات کے مطابق عام نثر پڑھنے سے دماغ کے وہ حصے فعال ہوتے ہیں جو زبان کی ساخت اور معانی کو سمجھتے ہیں، لیکن جب قاری شعر پڑھتا ہے تو دماغ کے ساتھ ساتھ جذباتی اور جمالیاتی مراکز بھی بیدار ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً limbic system اور nucleus accumbens وہ مراکز ہیں جو لذت، سرور اور وجدانی کیفیت کے ذمہ دار ہیں۔ شعر چونکہ وزن، قافیہ اور ردھم رکھتا ہے، اس لیے وہ موسیقی کی طرح دماغی لہروں کو ہم آہنگ کر دیتا ہے۔ auditory cortex میں وہی ارتعاشی نمونے پیدا ہوتے ہیں جو موسیقی سننے پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں dopamine اور endorphins کا اخراج بڑھتا ہے، جو سکون، مسرت اور ایک وجدانی کیف کو جنم دیتا ہے۔

مزید یہ کہ شعر میں موجود تصویری تشبیہات اور استعارات دماغ کے visual cortex اور amygdala کو متحرک کرتے ہیں، یوں قاری محض ایک عبارت نہیں پڑھ رہا ہوتا بلکہ ایک ہمہ گیر وجدانی و جمالیاتی تجربے سے گزر رہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشعار سے مزین کتب کا مطالعہ نثری کتب کے مقابلے میں قاری پر زیادہ گہرا اور دیرپا اثر چھوڑتا ہے۔ سائنس کی زبان میں اسے flow state کہا جاتا ہے؛ وہ کیفیت جس میں انسان وقت اور مکان کے شعور سے بالاتر ہو کر ایک ایسی لذت میں ڈوب جاتا ہے جو ایک روحانی تجربہ بن جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام نے اپنے باطنی کیفیات کے اظہار کے لیے شاعری کو منتخب کیا۔ اس کی روشن مثال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مشہور واقعہ ہے

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

کہ ایک محفل میں حضرت شیخ جامؒ کا یہ شعر پڑھا گیا:

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

یہ شعر سنتے ہی آپ پر ایسی وارداتِ وجدانی طاری ہوئی کہ کئی دنوں تک اسی حال میں رہے اور آخر کار اسی کیفیت میں وصال فرمایا۔

یہ واقعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ شعر کی صوتی و معنوی ترکیب انسانی شعور اور تحت الشعور پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی تاثیر شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے رسالہ سلوک میں بار بار جلوہ گر ہوتی ہے۔ ان کے اشعار قاری کو محض پڑھنے پر نہیں روکتے، اسے روحانی وجد، فکری ارتعاش اور باطنی سرور کے ایک ایسے جہان میں لے جاتے ہیں جہاں نثر کا علمی پہلو اور شاعری کی وجدانی تاثیر مل کر ایک ہم آہنگ ارتعاش پیدا کرتے ہیں۔ یہی وہ ارتعاش ہے جو قاری کو شعوری و روحانی دونوں سطحوں پر سیراب کرتا ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

رسالہ سلوک کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ نے اس میں نہ صرف عام احکامِ شریعت کو بیان فرمایا بلکہ اُن کے باطنی اسرار و رموز سے بھی پردہ اُٹھایا ہے۔ نماز کو لیجیے؛ بلاشبہ ہم سب جانتے ہیں کہ نماز دین کا ستون ہے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے کبھی نماز کے اُن اسرار کو سمجھا جن کے بارے میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "الصلوۃ معراج المؤمن"۔

افسوس کہ آج ہماری نمازیں محض حرکات و سکنات میں محدود ہو گئی ہیں۔ ہم قرآن پڑھتے ہیں مگر اُس لذت سے محروم رہتے ہیں جو دراصل ہمارے دلوں میں نور و انشراح کی صورت میں اترنی چاہیے۔ وجہ صاف ہے: نہ ہم نے قرآن کے معانی میں غور کیا، نہ نماز کو اُس کی حقیقی کیفیت کے ساتھ ادا کیا۔

اسی طرح روزہ ہے۔ ہم بھوک اور پیاس کے ظاہری پہلو پر تو قابض ہیں مگر روزے کا اصل راز جو قلب کی صفائی اور روح کی جِلا ہے، وہ ہمارے شعور سے اوجھل ہے۔ زکوٰۃ کو بھی ہم محض مالی لین دین سمجھ بیٹھے، حالانکہ اس کا اصل راز یہ ہے کہ مال کی محبت دل سے نکلے اور بندہ اپنے رب کے سامنے عاجزی اختیار کرے۔ حج کے مناسک میں ہم ظاہری اعمال دیکھتے ہیں، مگر یہ نہیں سوچتے کہ وہ طواف دراصل بندے کے دل کے گرد کعبہ بنانے کا استعارہ ہے اور وہ احرام دراصل دنیاوی لذتوں اور خواہشات کو ترک کرنے کی علامت ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اور پھر جہاد۔۔۔! افسوس کہ اس ایک لفظ کو ہم نے ایسا محدود اور مسخ کر دیا کہ اُس کا اصل مفہوم لوگوں کے ذہنوں سے محو ہو گیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ" یعنی ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آ رہے ہیں۔ اور بڑا جہاد ہے نفس کی سرکشی کو زیر کرنا، اپنی اَنا اور خواہشات کو قابو میں لانا۔
حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو نہایت باریک بینی سے بیان فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ سالک جب تک اپنے نفسِ امّارہ کو قابو میں نہ کر لے، اُس کی تمام عبادات محض ایک جسمانی مشق سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔

اصل جہاد یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کے اندر کے بت توڑے، اپنی آنکھوں کو حرام سے بچائے، اپنی زبان کو جھوٹ و غیبت سے محفوظ رکھے، اور اپنے خیال کو بھی پاکیزگی عطا کرے۔ یہی وہ جہادِ اکبر ہے جس کے بغیر کوئی راہِ سلوک طے نہیں ہو سکتی۔ یہی وہ اسرار ہیں جو اس رسالے میں ہر صفحے پر قاری کو جھنجھوڑتے ہیں اور اُسے اپنے اندر جھانکنے پر مجبور کرتے ہیں۔

جی، اب آیئے اُس مقام کی طرف بڑھتے ہیں جہاں حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ نے رسالہ سلوک میں سالک کی راہ کے اصول و قواعد کو نہایت نفیس اور جامع انداز میں بیان فرمایا ہے۔ یہ بھی اس رسالے کی بڑی خصوصیت ہے کہ جہاں ایک طرف قرآنِ حکیم کی آیات، احادیثِ نبویہ ﷺ اور اقوالِ مشائخ بطور دلیل و رہنما جلوہ گر ہیں، وہیں دوسری طرف شاہ نے ایک ایسی ترتیب عطا فرمائی ہے جس سے قاری پر پورا نظامِ سلوک گویا ایک روشن نقشے کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یہاں آپ نے دس اصل بیان فرمائے ہیں جو درحقیقت راہِ سلوک کے ستون ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اصل، اپنی جگہ ایک عالمِ معنیٰ رکھتی ہے۔ یہ وہ منزلیں ہیں جنہیں طے کیے بغیر کوئی بھی طالبِ حق اپنی راہ میں استقامت حاصل نہیں کر سکتا۔

یہ ہیں وہ دس اصل:

- اصلِ اوّل: توبہ — یہ دروازہ ہے، جس کے بغیر کوئی سفر شروع ہی نہیں ہوتا۔
- اصلِ دوّم: زہد — دنیا کی محبت سے دل کو خالی کرنے کا نام۔
- اصلِ سوّم: توکّل — تمام امور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

- اصلِ چہارم: قناعت—نصیب پر راضی رہنا اور حرص سے نجات پانا۔
- اصلِ پنجم: عزلت—لوگوں کی کثرتِ صحبت سے بچ کر دل کو سکون دینا۔
- اصلِ ششم: ذکر—زبان و دل دونوں کو یادِ الٰہی سے معمور رکھنا۔
- اصلِ ہفتم: توجّہ—ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہنا۔
- اصلِ ہشتم: صبر—آزمائشوں اور دشواریوں میں ثابت قدم رہنا۔
- اصلِ نہم: مراقبہ—دل کو ہمہ وقت نظرِ الٰہی کے سامنے حاضر رکھنا۔
- اصلِ دہم: رضا—تقدیرِ الٰہی پر دل سے خوش رہنا۔

یہ دس اصول وہ چراغ ہیں جن کی روشنی میں سالک اپنی داخلی دنیا کو منور کر کے حقیقت تک پہنچتا ہے۔ شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ نے انہیں اس انداز میں بیان کیا ہے کہ ہر اصل دوسرے کے لیے سیڑھی کا کام دیتی ہے۔ گویا اگر سالک پہلی منزل یعنی توبہ کو ٹھیک طرح ادا کرے گا تو وہ خود بخود زہد کی کیفیت میں داخل ہوگا، اور زہد اسے توکل تک لے جائے گا۔ اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے حتیٰ کہ سالک رضا کی منزل تک پہنچتا ہے، جو دراصل قربِ الٰہی کی معراج ہے۔

یہی رسالہ سلوک کی سب سے بڑی انفرادیت ہے کہ اس میں راہِ حق کی ایک منظّم اور مربوط تصویر سامنے آتی ہے۔ قاری جب اس حصے کو پڑھتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ خود اس سفر پر روانہ ہے، اور ہر اصل اُس کے سامنے ایک دروازہ ہے جو کُھلتا چلا جا رہا ہے۔

توضیحِ متن

زیرِ نظر رسالۂ سلوک کے ابواب میں ترتیب کا التزام پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔اس سے قبل کے باب میں رسالۂ سلوک کا ایک مختصر تعارف اور اس کی فکری و روحانی جہات پر اجمالی روشنی ڈالی گئی ہے۔اب اس کے فوراً بعد اگلے صفحات میں رسالۂ سلوک کا اصل فارسی متن شامل کیا جارہا ہے۔

یہ فارسی متن مختلف مخطوطات سے مقابلہ و تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے، تاکہ مطالعہ میں سہولت رہے اور قاری بغیر کسی رکاوٹ کے متن تک رسائی حاصل کر سکے۔اس مقام پر کسی قسم کی شرح یا ترجمہ شامل نہیں کیا گیا، بلکہ متن کو اپنی اصل صورت میں پیش کرنا مقصود ہے۔

فارسی متن کے بعد آنے والے مستقل باب میں اسی رسالۂ سلوک کا اردو ترجمہ شامل کیا گیا ہے، تاکہ وہ قارئین جو فارسی زبان سے کامل واقفیت نہیں رکھتے، مفہوم و معانی تک بآسانی رسائی حاصل کر سکیں اور متن کے روحانی و فکری نکات سے پوری طرح استفادہ کر سکیں۔

یوں یہ ترتیب اس نیت سے اختیار کی گئی ہے کہ قاری پہلے اصل کلام سے براہِ راست آشنا ہو، اور اس کے بعد ترجمہ کے ذریعے اس کی تفہیم و تدبر کی راہ ہموار ہو۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بسم الله الرحمن الرحيم

و به نستعين

الحمد لله على صفاته العليا والسلام على عباده الذين اصطفى قال مظهر الحقائق ومظهر الدقايق سلام الله عليه الطريق الى الله بعدد نفوس الخلايق يعنى راه طالبان وسبيل سالكان بحضرت حقيقة الحقايق بعدد نفوس خلايق است

نظم

زخارى به پرهيز كو خنجريست

ز مورى بينديش كو صفدريست

مر نجان دل خسته بستهٔ

كه از هر دلى سوى حضرت دريست

آرى از هر نفسى و نفسى يحسب اعمال و اعتقاد وقابليت و استعداد بدرگاه الله راهى است اما اقرب طرق و انور سبل صراط مستقيم مشتاقان ماست كه شروع در شرح آن خواهيم كرد وبالله التوفيق

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بيت

راهها گرچه بيشمار بود

راه عشاق مايكى باشد

وطرق مختلفه باكثرت عدد ومعنى واحد محصور است در سه نوع يكى طريق ارباب معاملاتست بكثرة صوم و صلوة وتلاوة قرآن وحج وجهاد وغيرها از اعمال ظاهره.

شعر

اين طريق رفيق اخبار است

رهروى كن كه اول كار است

و بدانكه صوم برسه قسم است .

اول - صوم عام است و آن امسا کست از طعلم وشراب و جماع از اول طلوع فجر تا غروب نهار مع النيه .

دويم - صوم خاصانست که مجموع قوی و اعضا از جميع ذنوب وعيوب دايم صائم باشند .

سوم - صوم خاص الخاص است که مقربان درگاه رحمن اند و ملازمان بارگاه سبحان که در آشکار و نهان از غير محبت حق همه روزه روزه دارند وخلعت لطيف و تشريف شريف مژده پوشند که الصوم لي وانا اجزی به

رباعی

از غير تو دارم همه روزه روزه
هر شب کنم از عطای تو در يوزه
تا روزه من ترا قبول افتاده
جان و دل من بروزه اند هر روزه

و بدانکه صلوة خدمت وقربت و وصلت است اما خدمت شريعت است و قربت طريقت و وصلت حقيقت و نماز جامع اين خصال ثلث است.

ع - کر جمع شود نماز تو جمع بود

بيت

اين است نماز با نيازم
پيوسته چنين بود نمازم

تونيز بحکم قوموا فتوضئوا وصلوا رکعتين بهر آن يگانه از سر هر دو کون برخيز و آب طهور بحضور دل طهارت کن و سجاده عبوديت عابدانه باز کش و قدم بندگی عارفانه بر آن نه که ترا به- وروی بقبله "فاينما تولوا فثم وجه الله" آور و تکبير فنا بر چهار رکن وجود از برای بقاء مقصود فرو خوان وثنای ملك وهاب از فاتحه فايحه ام الکتاب افتتاح کن و بعد از قرائت کلام خدا در رکوع تواضع در آ و باطمينان طريقه "الابذکر الله تطمئن القلوب"

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

آرام گیر آنگاه آگاه باستقامت شهادت بقیام شریعت باز گرد و بعد از آن بعالم غیب حقیقت سجده واسجدو اقترب عزیمت فرما تا کرم معبود از برای تکمیل وجود موجود کاملانه ترا بجهان قعود باز گرداند تا التحیات ثنای معشوق عاشقانه بالسان کنت لسانه الذی یتکلم به فرو خوانی و بدانی معنی قوله تعالی والذین هم علی صلوتهم دائمون .

شعر

اینست نماز تو اگر مرد خدائی
هرگه که گذاری تو بمعراج برائی

کما قال النبي صلی الله علیه وآله وسلم، الصلوة معراج المؤمن دیگر تلاوت قرآنست و آن کلام قدیم سبحانست و بحقیقت خواندن آن بی حروف وصوت و زبان والحانست

نظم

عروس خلوت قرآن نقاب آنگه براندازد
که دار الملک ایمانرا مسلم بینداز غوغا

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بشنو از خدا و از خود بدرا و درا در مکتب
"الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان"
تا معانی قرآن با تو بیان کنم .

شعر

پاك شو تا معانی مکنون — آید از پرده حروف برون
قول باری شنو هم از باری — که حجابست صنعت قاری
مرد دانا بجان سماع کند — حرف و صوتش همه وداع کند

قول شیخ مرشد جنید بغدا دیست که لفظ قرآن و جسم انسان توامانند و معنی قرآن و روح انسان توامانند و حقیقت انسان و حقیقت قرآن یکیست وهو حقیقة الاشیاء

بیت

هر که قرآن چنین نکو داند
حافظی باشد او و خوش خواند

دیگر حج فرضت من استطاع الیه سبیلا اما تحقیق حج آنست که روی ارادت بهدایة وعنایة باری برآری و قدم از شهرستان هستی بدر نهی و گام ناکامی در بیابان نیستی زنی تا بموضع احرام رسی و مجردانه لباس بی اساس ناس و دلق خلق از گردن خود بدر کنی و احرام تجرید و خلعت تفرید خلیلانه در پوشی و عالمانه از بین العلمین صفتین عبور فرمائی و عارفانه بر عرفات معرفت برائی و کبش کبش را قربان سازی و صوفیانه بصفای دل ومروه جان فرود آئی واحجار افعال ناپسنده انکار بدست ذوق و شوق اقرار بتاب پرتاب کنی و روی بکعبه و من دخله کان آمنا آوری و چون درائی کره خود برائی و در دم از زمزم یم نم دم دیده غسل آوری و بمحبت کرم والطاف قدم بطواف حرم مشغول گردی چون واصل شاهد حجر الاسود شوی مستانه بر قبله أو قبله نهی و بعد از ادای فرایض وسنن بوجه احسن دست در حلقه در توکل زن و ناچار نه باختبار عاشقانه ودعی کن و خرم و شاد بمتابعت مرشدی آزاد بجانب بغداد شریعت مراجعت نما یا در عقب عشق بطرف دمشق طریقت عزیمت فرما .

ع - چون بازآئی حاجی زیبا باشی

بیت

حاجی خانه دل این باشد
حج یاران ما چنین باشد

و جهاد بر دو قسم است اکبر و اصغر چنانکه پیغمبرص و آله فرمود (رجعنا من الجهاد الاصفر الی الجهاد الاکبر) و جهاد اکبر آنست که بقوة عساکر روح بافتوح با جنود جهود نفس اماره محاربه کنی و جهاد اصغر مشهور است

بیت

این هر دو جهاد کار اخبار انست

هر کس که کند بدانکه اخیار آنست

فالوا صلون بهذا الطريق في الزمان الطويل اقل من القليل

دوم- اصحاب مجاهدات و ارباب ریاضاتند که در تبدیل اخلاق میکوشند و بتزکیه نفس مشغول میباشند وشب و روز بساز وسوز بسو هان لاء نفی وبصیقل الااثبات رنگ زنگ کثرة بشریت بعشق دلبر از مرآت دل بر میدارند لاجرم بعد از تجلیه و تصفیه دل وجان جمال ذو الجلال تجلی میفرماید و به تبسم این ترنم میسر آید .

بیت

گر زنگ تو ز آیینه دل پاک کنی

چون در نگری جمال دلبر بینی

کما قال : قلب المؤمن کمراة اذا نظر فیها تجلی ربه .

بیت

دل آینه جمال شاهنشا هیست

مگذار که گرد گرد او برگردد

المؤمن مرآة المؤمن والله المؤمن .

شعر

جام جهان نمای من روی طرب فزای تست
گر چه حقیقت منست - جام جهان نمای تو

و طالبان این معنی سعی در عمارت باطن نمایند نه در عبادت ظاهر

نظم

اینست طریق هر که ابرار بود
در خلوة و حلوة همه با یار بود

بیت

یک چند درین مقام بودم
بسیار دری ازین گشودم

و سالکان سبیل و واصلان این طریق ا کثرند از آن فریق أما وصول ایشان بحقیقت اصول درویشان از نوادر است چنانکه مغفور مشهور حسین منصور رحمة الله علیه از غواص خاص ابراهیم خواص سئوال کرد که در کدام مقام نفس نفیسر ارياضت میدهی گفت در گوشه رضا و کنج توکل مدت سی سالست که نفس را رياضت میدهم وداغ ناامیدی از غیر دمبدم بر جبینش می نهم حسین منصور گفت که ای برادر من در خوش مقامی گشتهٔ ساکن اما عمر خود را فوت کردی در عمارت باطن مگرنهٔ آگاه از فناء الفناء في الله

(عربیه)

فافنوا ثم افنوا ثم افنوا — فایقوا بالبقاء في قرب ربي
فناشو از وجود خود فناشو — که نایابی حیات از رب باقی
درا در بزم خاص نعمت الله — که تا مستت کند انعام ساقی

سوم - سبیل سایران السیر الی الله است و طریق طایران الطیر بالله

 رباعی

اینست طریق هر که طیار بود　　در ظاهر و باطن همه بایار بود

چشمش چو بنور عشق بینا باشد　　در دیده او مدام دیدار بود

این طایفه را اهل محبت خواند و سلوك ایشان درویشان بجذبه دانند

شعر

در صد هزار سال ببرج دلی رسد

از آسمان عشق بدینسان ستارۂ

و این طریق مختار ای یار مبنی بر موت ارادیست چنانکه جان انام و جانان ایام علیه السلام فرمود موتوا قبل ان تموتوا .

بیت

بمیر ایدوست پیش از مرگ اگر می زندگی خواهی

که ادریس از چنین مردن بهشتی گشت پیش از ما

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

وقول حکماء خلف وعلماء سلف است که موتوا حتی لا تموتوا .

نظم

گر بمیری زخود بقا یابی

ورکشی زحمتی عطایایی

هر که مر داود گر نخواهد مرد

ور نمردی بمیر تا یابی

قال الشبلی رحمة الله علیه - الموت ثلثة موت في الدنيا وموت فى العقبى وموت في المولى فمن مات في حب الدنيا مات منافقا ومن مات في حب العقبي مات زاهدا ومن مات فی حب المولی مات عارفا .

بیت

زاهدان جانب بهشت روند

منکران در تک سقر میرند

ای خوشا وقت ما و آن یاران

پیش معشوق چون شکر میرند

و وصول بموت ارادی در ده اصول تقریر و تحریر آن خواهد رفت وبالله التوفيق .

اصل اول توبه است و توبه ندامتست از معصیت بحیثیتی که اگر قادر شوند بر مثل آن میل ننمایند .

مصرع - این توبه عام است ولی توبه خاص » آنست که تائب بیرون آید از لذت صورت ظاهره و در آید در خلوتخانه باطنه

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بیت

توبه از دینی و از لذات آن

تا در آئی در بهشت جاودان

اما توبه خاص الخاص مراجعت بحضرت عزت باراده چنانکه موت مراجعت بغير اراده كقوله تعالى "ارجعي إلى ربك" یعنی از جواهر واعراض واغراض باطل اعراض نما و از طریق یاری بدرگاه باری مراجعت فرما و مخلصانه از جمیع ذنوب و عیوب خالص شو تا خلاصی یابی و بدانی که گناه آنست که ترا محجوب میگرداند از خدای تعالی از مراتب و عقبی و بر طالب واجست که ترك محبت غير محبوب كند بعشق مطلوب چه اگر همه وجود او باشد كما قيل وجودك ذنب لايقاس به ذنب

شعر

بشنو ز من ای یار و گذر کن ز مناهی

رو توبه کن از خویش که یکباره گناهی

اصل ثانی - زهد است وزاهد پرهیزگار باید که بیرون آید از حلاوت لذت جسمانی و تزهد نماید از متاع دنیائی و استمتاع نفسانی از اندك وبسیار از مال وجاه و یار و اغیار چنانکه بموت اضطراری از همه بیزاری نماید و حقیقت زهد آنستکه تزهد نمائی باراده از دنیا وآخرة همچنانکه مظهر دنیا وآخرة فرمود : الدنیا حرام علی اهل الآخرة والاخرة حرام علی اهل الدنیا وهما حرامان علی اهل الله تعالی

بیت

دنیا وآخرة دوسر ایست عام را

قفل نفور بر سر هر دو سرای زن

نقلست که سلطان العارفین رحمة الله علیه فرمود که مدت زاهدی بایزید سه روز بود: اول از دنیا ومافیها دویم از آخرة ومافیها سوم عما سوی الله تعالی

نظم

روز چارم ززهد وارستم

زانکه با اصل خویش پیوستم

بیت

زاهدی و زاهدانه این بود

عاشقی و عاشقانه این بود

اصل ثالث - توکل است برخدای تعالی ثقه بالله الواحد الوهاب

شعر

توکل بر خدای خویشتن کن
وداع محنت مردم چو من کن

ومن یتوکل علی الله فهو حسبه

منظومه

توکلنا علی رب السماء
وسلمنا باسباب القضاء

و متوکل باید که بیرون آید از نسب واسباب نوبتی موحد مقدم ابرهیم ادهم رحمة الله علیه در بغداد آزاد مکه معظم محترم مصمم فرمود فقیری حقیری خبر یافت بحضرت او شتافت و گفت

بیت

آخر چه شود تو با خودم یار کنی
هر توشه که باشد بمن آن بار کنی

شیخ چون بشنید در درج معانی را بگشود و فرمود درین طریق با تو رفیق می باشم بشرط آنکه توشه برنداریم و نخواهیم و اگر دهند قبول نکنیم و خوانیم که ومن یتوکل علی الله فهو حسبه

نظم

اینست توکل صحیحم
بشنو سخن خوش فصیحم

اصل چهارم قناعت است و قانع آنست که از شهوات نفسانیه وتمتعات حیوانیه پیوسته وارسته باشد کما هو بالموت

بیت

گر کنج قناعتی ترا دست دهد

پیش تو فرشته دست بر دست نهد

القناعة کنز لا ینفد

شعر

ای قناعت توانگرم گردان

که ورای تو هیچ طاعت نیست

من قنع شبع

بیت

قناعت کن زدون حق وگرنه دون دنیائی

مخواه از غیر حق چیزی اگر تو مرد دانائی

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

مگر بقدر کفایت از مالابد انسانیت از قوت بجهة طاعت والعارف یکفی بالاشاره و باید که در مأکول وملبوس اسراف تتمائی که ان الله لا یحب المسرفین . دخل البهلول یوماً فی دار المأمون الخلیفه فاستقبله وقال عظنی فاخذ بیده فحماً وکتب علی الحایط المجصص یامأمون رفعت الطین وصنعت الدین ان کان من مالك فقد اسرافت والله لا یحب المسرفین وان کان من مال غیرك فقد خاینت والله لا یحب الخائنین

بیت

اسراف مکن بجز که در میخواری

لیکن می عشق تا نیابی خواری

اصل پنجم - عزلتست و عزلت آنست که بیرون آید از مخالطت خلایق بانقطاع علایق وعوائق .

شعر

چون مردمك دیده ما گوشه نشین شو

در زاویه چشم در آو همه بین شو

و عارف گزین عزلت نشین باید که کنج خلوت را گوشه تابوت تصور فرماید.

نظم

تو عزلت کن زغیر او بغیرت

که تا عالی شود هر لحظه سیرت

و یکدم همدم دیگری مشو مگر بخدمت شیخ کامل مکمل که باجازه و اشاره او قیام بنمائی و شیخ آنست که کامل مکمل باشد در شریعت و طریقت و حقیقت بحیثیتی که دیگریرا درین علوم ثلثه عالم و کامل تواند کرد .

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بیت

گریابی این چنین صاحبدلی

خدمت او کن که گردی مقبلی

و مرید باید که مرده از مراد بگذرد و رشیدانه خود را به پیری مرشد سپارد تا مراد مرید را بر تخته نامرادی خواباند و چنانکه خواهد بآب ولایة وبماء ورد نبوة بهدایت ویرا بشوید و بعین عنایت وجود او را از لوث جنایت اجنبیه وحدث حدوث نفسانیه غسالانه غسل فرماید

بیت

من مرده شدم شیخ مرا پاك بشست

ایندم بد می هزار از آن می شویم

واصل عزلت آنست که معزول گرداند حواس را بخلوت از تصرفات در محسوسات از آنکه تعلقات بممکنات آفات وبلا وفتنه جان و دل و دانش است

رباعی

بنشین بدر خلوت دل ای کامل

مگذار که غیر او در آید در دل

زیرا که اگر غیر در آید بوثاق

آسان تو دشوار شود حل هر مشکل

و مگذار که غبار خاك تصرف محسوسات و گرد تراب تعلقات از روزن حواس درآید و گرد سراپرده وجودت بر آید که تقویت نفس اماره و تربیت صفات ذمیمه از آنست و روح را بانفس درین معامله زیان است زیرا که چون روح نفیس بانفس خسیس مؤانست گیرد باتفاق به طریق نفاق روی باسفل سافلین نهند و گفته اند:

بیت

روح بانفس هر دو جمع شدند

دل چو فرزند در وجود آمد

اگر فرزند گرامی از غایة نادانی در عقب مادر نفسانی رود پدر عقل نیز بمحبت فرزند با ایشان متفق گردد و باهم روی بدار فنای دنیا نهند اما اگر فرزند دل بالغ ورسیده باشد بامر فاتبعونی متابعت پدر حقیقی کند مادر نفسانی نیز برسبیل مرافقت با ایشان موافقت نماید و بطریق صراط الله از جهان صورة ظاهرة بعالم معنی باطنه مراجعت نماید

بیت

برخیز و بیا نفس مطبع خود کن
مگذار که روح عاجز نفس شود

و بدانکه بخلوت وعزلت وازل حواس وقطع طمع از ناس اشتداد نفس الخناس از دنیای دون و شیطان ملعون منقطع و منفصل نمیشود بلکه عزلت چنانست که احتما کردن و در خستگی طعام و شراب زاید ناخوردن زیراکه طیب حبیب صادق حاذق در معالجه بیمار از برای تیمار اول احتما فرماید بعد از آن چون ماده خام پخته گردد ومدد مواد فاسده که مرض از آن می انگیخت و دروی می آویخت باقی نماند۔

شعر

بسبیل نصیحت از حکمت
آنطبیب این سخن فروخواند

که الحمیة رأس کل دواء آنگاه آن طبیب آگاه حکیمانه آن مزاج محتاج را بمسهل ذ کر علاج فرماید و قوای طبیعی و حرارت غریزی را بحب حب یحبهم ویحبونه قوتی و تقویتی بخشاید۔

نظم

آن زمان از سقم بکلی رست
چون طبیعت بصحبتش پیوست

و بدانکه انبیاء و اولیاء اطبای اخروبند که قدم از قدم درین بیمارستان سراچه جهان نهاده اند و بعد از احتما در عزلت وتقیه مواد بخلوة از حکمت و مرحمت رنجور مهجور منزوی طالب را از شربت شفاخانه و تنزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین مسهلی از ذکر دائم تعیین و تلقین گردانند.

بیت

ذکر حق قوت خویشتن سازد
هر که را هست قوت باری
همچو مسهل که میخورد رنجور
تا باید شفا ز بیماری

اصل ششم ملازمت ذکر است و علامت ملازمت ذکر آنست که در آن کوشی که از ذکر غیر حق بدر آئی بفراموشی

شعر

باطل بگذار و فارغ از باطل شو
آنگاه بذکر حق چوما واصل شو

کما قال الله تعالی واذکر ربك اذا نسیت غیر الله .

نظم

یعنی که بگو تو ذکر ما از دل و جان
وقتی که فراموش کنی هر دو جهان

شعر

چنان بیاد تو مشغول گشته ام جانا
که یاد جان و دلم در ضمیر میناید

و نسبت ذکر کردن با مسهل خوردن نسبتی حکیمانه است باشارت وعبارت وکلمه لا اله الا الله معجونیست مرکب از نفی واثبات لاجرم حکیم کریم بشربت لاء نافیه مواد فاسده و اخلاط زایده که رنجوری دل و مهجوری جان و تربیت و تقویت نفس اماره از آنست زایل میگرداند و علامات خستگی دل و بستگی روح اخلاق ذمیمه نفسانیه واوصاف شهوانیه حیوانیه وتعلقات کونین است۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بیت

گر زآنکه زنفی شربتی نوش کنی
این جمله خستگی فراموش کنی

و در یاب که باثبات الا الله صحت و سلامت دل و جان می افزاید و سده نعمت وعقده شبهت از رذائل اخلاق ملامت انگیز بسلامت می گشاید تا مزاج محتاج بعلاج باعتدال اصلی (کل شئی یرجع الی اصله) بازآید آن زمان یقین بی گمان بقاء و استواء مزاجت و نور جنانت بنور (الله نور السموات والارض) باشد وشاهد روح با فتوحت بشواهد حق مزین و متحلی گردد و بتجلی ذات وصفات آراسته و پیراسته شود و خطاب ملک وهاب در رسد که (و اشرقت الارض بنور ربها) یعنی زمین استعداد نفس بنور (الله نور السموات والارض) منور شد و ظلمات تعلقات نفسانی بضیاء رحمانی مبدل گشت یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرز والله الواحد القهار

شعر

آن زمان جان و دل شود همه یار
لیس في الدار غیره دیار

قال الجنید رحمة الله علیه النهایة هي الرجوع الی البدایة

بیت

سید چو همه اوست چه پنهان و چه پیدا
احوال بدایات و نهایات چه باشد

و بدانستۂ که نهایت ظلمت بدایت نور است چنانکه نهایت شب بدایة روز است لاجرم بر قضیه "فاذکرونی اذکرکم" مذکور ذاکر میشود و ذاکر مذکور والله الناصر والمنصور و چون ذاکر آگاه در ذکر الله فانی شود آنگاه چون نعمة الله اگر ذاکر جوئی مذکور یابی واگر مذکور طلبی ذاکر بینی۔

منظومه

لقد كنت دهراً قبل ان يكشف القطا
اخا لك اني ذاكر لك شاكر
فلما أضاء الليل اصبحت شاهداً
بانك مذكور و ذكر و ذاكر

فاذا ابصر في ابصرته و اذا ابصرته ابصرفی

تمثیل

ز مجنون باز پرسیدند خیلی
که ای مجنون چه نامی گفت لیلی
بگفتند روز مجنون چیست فرما
بگفتا روز مجنون هست لیلی

بیت

انا من اهوی و من اهوی انا
نحن روحان حللنا بد نا

شعر

روز و شب میگفت مجنون این سخن
من کیم لیلی و لیلی کیست من
نیست لیلی غیر من من غیر او
ما دور و حیم آمده در یك بدن

اصل هفتم توجه است و توجه کامل بحضرت عزت آنست که متوجه حق شوی بکلی ظاهراً وباطناً جوهراً و عرضاً و بیرون آئی از هر داعیۂ که ترا بغیر حق میخواند .

ع - بدان نمط که بمرك از همه شوی آزاد چنانکه باقی نماند ترا محبوبی و مطلوبي ومقصدی و مقصودی و رغبت و مرغوبی غیر خدای تعالی۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

نظم

کلی زسر وجود برخیز
آنگاه توجهی بحق کن

وا گر مقامات انبیا واولیا برتو عرض کنند التفات نباید نمود لحظۂ باعراض از حضرت معبود۔

بیت

مارا بغیر او نبود التفات هیچ
زیرا که نیست جز گرم اونجات هیچ

و سخن جنید است که اگر صدیقی هزار سال گام تصدیق در طریق تحقیق زند و لحظۂ اعراض کند وطرفة العینی تغافل نماید اکثر کمالات و بیشتر حاصلاتش بهیچ برآید و زیانش زیاده بر سود آید۔

شعر

زنهار که اعراض مکن از در یار
تا دور نیفتی چو فلان از بریار

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اصل هشتم - صبر است که الصبر مفتاح الفرج۔

بیت

صبری کنیم تا ستم او چه میکند
با این دل شکسته غم او چه میکند

و صابر باید که بیرون آید از حظوظ نفسانی و مراد جسمانی بمجاهده و مکابده و باید که ثبات نماید بر نظام معنی این کلام تا امارات و محبوبات و تعلقات راکب نشود۔

شعر

بلکه مرکوب او شوند همه

گر زشهوة بصیر باز آید

و ملازمت بر طریق اخیار و استقامت برسبیل ابرار نمودن و بر تصفیه دل وتجلیه روح ملازمت کردن۔

بیت

صفت صابران همچون ماست

وین دل من از کلام خداست

قال الله تعالی وجعلناهم ائمة یهدون بامرنا لما صبر و او کانوا بایاتنا یوقنون۔

شعر

تلخی صبر اگر گلوگیر است

عاقبت خوشگوار خواهد بود

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

و صبر محمود بر دو نوع است یکی برطاعت ویکی بر معصیت۔

بیت

در همه حال صابری می باش

واندران صبر حاضری می باش

و گفته اند محافظه کن آنچه میان تو و اغیار است۔

نظم

صبر کن در بلای آن محبوب

تا که باشی صبور چون ایوب

الصبر حبس النفس عن الشکوی لغیر الله الا الی الله
و بدانکه شکایت بر سه وجه است۔

اول - شکایتست از حبیب نزد غیر حبیب و آن اقتضای بیزاری میکند از یاری
دوم - شکایت از غیر حبیب نزد حبیب و آن شرکت در محبت حبیب
سوم - شکایة از حبیب نزد حبیب و آن عین توحید و محض تفرید است

بیت

گر صبر کنی صبر چنین کن بتمام
اینست تمامی سخن ها و السلام

اصل نهم - مراقبہ است و مراقب باید که از حول وقوت و قدرت خود بیرون آید.

مصراع - بدان صفت که مراقب بموت میگردد و متوجه مواهب حق شود از برای نفحات الطاف وجود مطلق واعراضش از غیر خدا باشد و استغراقش در بحر محبت چون ما باشد مشتاق لقای الاطال شوق الابرار الی لقائي و آشفته "وانی الیهم لا شد شوقا" گردد و جان و دلش نه آب و گلش روز و شب بحضرت او شتابد وروحش حیات از او یابد۔

بیت

فانی ز خود و بدوست باقی باشد
با جام و می و حریف و ساقی باشد

پناه از فراق او بوصال او گیرد و مدد واستعانت از درگاه او جوید و شکایت از و باو کند چنانکه منصور گفت "الهی ان عرفتنا جبرتنا وان جهلتنا عذبتنا وان ترکتنا احرقتنا لا معك طاقة و لا بدونك راحة و المستغاث منك الیك"۔

بیت

گر از تو بتو در نگریزم چکنم

پیش که روم قصه بدست که دهم

اعوذ بك منك

شعر

هر شکایت که با شدت ای یار

هان مکن نزد غیر یار اظهار

تا مسبب الاسباب و مفتح الابواب درهای رحمۃ وصال بگشاید چنانکه لایزال بسته نشود و در فراق در بندد چنانکه لم یزل گشاده نگردد و بنظر مرحمت پادشاهی وبنور ساطع از رحمت نامتناهی ظلمات امارۃ نفس اماره را بلحظۂ چنان زایل گرداند که بمجاهدات وریاضات سی ساله زایل نگردد

بیت

بجز از رحمتش نمی دانم

که چنین لطفها کند با ما

قال الله تعالی و ما ابرء نفسی ان النفس لأمارة بالسوء الا مارحم ربی

مصراع - این مرتبه مردم اخبار بود۔

بلکه ملك وهاب سیئات نفس را بحسنات روح مبدل گرداند قوله تعالی یبدل الله سیأتهم حسنات

مصراع - این سخن از مقام ابرار است۔

و حسنات ابرار سیئات مقربان و نقص درجات واصلانست لاجرم سیئات روح بحسنات الطاف مبدل گرداند کقوله جل ذکره للذین أحسنوا الحسنی و زیادة و دانستۂ که زیاده حسنات الطاف حق است و آن رحمت است ولقاء وقربت است وبقاء ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission of Spreading Love

بیت

لطفی نماند کان صنم خوش لقا نکرد

مارا چه جرم گر کرمش با شما نکرد

اصل دهم - رضاست

نظم

رضيت بما قسم الله لي

وفوضت امرى الى خالقى

لقد احسن الله فيما مضى

كذلك يحسن فيما بقى

وراضی باید که از مستقبل و ماضی آزاد آید و بر سرکوی حال نشیند و هر چه آید از محبوب بیند وکل ما يفعل المحبوب محبوب .

ع - که هر چه دوست کند همچو دوست محبوبست ورضا بیرون آمدنست از رضای نفس خود و در آمدن در رضای حق بتسلیم احکام از لیه و تفویض امورکلی و جزوی بحضرت مقدر تقدیر و تدبیر ابدیه بلا اعراض و اعتراض و بدانکه رضا ترك اعتراض است بر افعال واقوال محبوب باپاکی نفس بقضائه وقدره۔

شعر

از کوچه اعتراض دیگر بگذر

بنشین بسر کوی رضا باقی عمر

بیت

بیا و ترك رضا و مراد خویش بگو

بدان صفت که رضایت رضای او باشد

چنانکه کلام با نظام عاشق صادقست۔

DARGAH HAMZA PIR

شعر

وکلت الی المحبوب امری کله

وان شاء احیانی وان شاء اتلف

بیت

مائیم و مراد یار و تسلیم رضا

گر می کشد ار می جلد او میداند

و گفته اند که بایزید رحمة الله علیه گفت سی سال آن کردم که رضای دوست بود اکنون سی سالست که دوست آن میکند که رضای ماست رضی الله عنهم ورضوا عنه

نظم

گر ترک رضای خود بگوئی

یابی ز خدا بسی نگوئی

وشیر مردی که از اوصاف ظلمانیه مرده شود میدان که هدایت الهی بنور عنایت نامتناهی او را زنده گرداند۔

بیت

چون زنده شود زندگیش او باشد

و الله بخدا که مرد نیکو باشد

كما قال الله تعالى او من كان ميتاً فاحييناه وجعلنا له نوراً يمشى به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها یعنی آن دلی که باوصاف ظلمانیه در شجره وجود انسانیه مرده بود باوصاف ربانیه و الطاف رحمانیه زنده گردانیم و بانوار جمال ذوالجلال منور سازیم۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

شعر

آن زنده دلی که او بحق زنده بود
مانند کسی بود که او مرده بود

بیت

آن دل که از جهل بود مرده
هان مژده که شد بعلم زنده

لاجرم بعد از آن فارسانه بر مرکب فراست نشیند و در میدان جهان جولان کند و در سایر بنی آدم بفراست و شاهد احوال و ناظر افعال ایشان باشد و مثل معنی آن دل در صورت این آب و گل هم چنانست که حقیقت نورانیه در ظلمت شجره انسانیه که از آن شجره طیبه جاوید خالی نباشد و اوراق اسلامیه او و شکوفه مؤمنیه ابدا مثمر بود با ثمار ولایت و میوه نبوت۔

شعر

آن دل که چنین بود صفاتش
بنگر چه بود حیات ذاتش

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

والله اعلم بالصواب .

خاتمه - در فواید خاموشی سالك قال رسول الله صلی الله علیه وآلہ وسلم: من صمت نجی

نظم

هر که خاموش و با ادب باشد
در همه حال در طرب باشد

وقال امیر المؤمنین و امام العارفین اسد الله الغالب و مطلوب کل طالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیه السلام: سکوت اللسان سلامة الانسان

شعر

گرچه باشد فصیح و خوش گفتار
خامشی بهتر است از آن صد بار

و خاموشی بر دو قسم است خاموشی بزبان از سخن غیر الله تعالی باغیر الله تعالی وخاموشی بدل است از تفکر وتصور غیر و این نعمتی بی بدلست

نظم

بزبان و بدل شدم خاموش
تا همو گوید و همو شنود

وهر کرا زبان از حدیث غیر خاموش باشد و دل خاموش نباشد وزری مخفی باشدش و هر کرا دل و زبان از کلام غیر صامت شد ظاهر شود او را سر تجلی باری جل جلاله

بیت

زبان به بند ازین سو و زان طرف بگشا
که این سخن ز زبانیست که بیزبان باشد

وکسیکه بدل خاموش بود بزبان نیاید که جز بلسان حکمت متکلم باشد

شعر

گر زانکه سخن گوئی ای یار بحکمت گو
تا اهل خرد گوید گفتار ترا نیکو

و هر که بدل و زبان از حدیث غیر خاموش نیست مملکت شیطانست و مسخر فرمان او وصمت دل از کلام غیر صفات مقربانست که اهل مشاهداتند و خاموشی سالکانرا سلامتست از آفات و مقربان را خطابست بموانست

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

و ہرگاہ کہ دل و زبان از سخن غیر خاموش شوند چون ناطق کردند بنطق باصواب ناطق خواہند بود زیرا کہ از خدای تعالی ناطق باشند "و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحي یوحی"۔

نظم

من کیم تا زبان من گوید
سخن از من نگوید الا ھو

ھو متکلم علی لساني وھو لسانی

شعر

چون نغمہ بلبل ز پی گل شنوی
گل گفتہ بود گرچہ ز بلبل شنوی

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

ونطق باصواب نتیجہ خاموشی است برخطا وسخن باغیر حق تعالی خطاست بھمہ حال وبغیر موانست گرفتن شر است از جمیع وجوہ "قال تعالی لاخیر في کثیر من نجویھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس"

والسلام علی من اتبع الھدی

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اُردو ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اسی سے مدد چاہتا ہوں۔

اللہ کی حمد ہے کہ وہ اپنی اعلیٰ صفات سے متصف ہے، اور سلام ہو اس کے برگزیدہ بندوں پر۔

مظہرِ حقائق و دقائق سلام اللہ علیہ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ الطریق الی اللہ بعدد نفوس الخلایق (اللہ تک پہنچنے کے راستے خلائق کی جانوں کی تعداد کے برابر ہیں۔) یعنی ہر طالبِ حق کے لیے ایک خاص راہ ہے جو اسے حضرتِ حقیقت (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ تک پہنچاتی ہے۔

نظم

زخاری بہ پرہیز کو خنجریست　　زموری بیندیش کو صفدریست

مرنجان دل خستہ بستہ کہ از ہر دلی سوی حضرت دریست

(خار سے بچ کہ وہ خنجر کی مانند ہے،

اور چیونٹی سے ہوشیار رہ کہ اس میں صفدر کی سی طاقت ہے۔)

(اے خستہ دل کو آزردہ مت کر،

کیونکہ ہر دل سے حضرتِ حق کی جانب ایک در کھلتا ہے۔)

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یوں ہر جان کے لیے اس کے عمل، اعتقاد اور استعداد کے مطابق اللہ کی طرف جانے والا راستہ ہے۔ لیکن سب سے روشن اور قریب تر راہ صراطِ مستقیم ہے، اور وہی ہمارے عشاق کی راہ ہے۔ اسی کی شرح شروع کی جاتی ہے اور توفیق اللہ سے ہے۔

بیت

راہہا گرچہ بیشمار بود　　راہ عشاق ما یکی باشد

(اگرچہ راستے بے شمار ہیں،

لیکن ہمارے عشاق کی راہ ایک ہی ہے۔)

اور یہ مختلف طریقے اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں، لیکن حقیقت میں سب کا حاصل تین قسموں میں محدود ہے۔ پہلا طریقہ: اہلِ معاملات کا طریق ہے، جو کثرتِ صوم و صلوٰۃ، تلاوتِ قرآن، حج، جہاد اور دیگر اعمالِ ظاہرہ پر مشتمل ہے۔

شعر

این طریق رفیق اخبار است　　رہروی کن کہ اول کار است

(یہ طریقہ اخبار (شریعت) کا رفیق ہے،
اسی راہ پر چل کہ یہی ابتدا کا کام ہے۔)

اور جان لو کہ روزہ تین قسم کا ہے:

1. صومِ عام: یعنی کھانے پینے اور جماع سے طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک نیت کے ساتھ رکنا۔

2. صومِ خاصان: کہ جسمانی قُوای اور تمام اعضاء ہمیشہ تمام گناہوں اور عیوب سے صائم رہیں۔

3. صومِ خاص الخاص: یہ مقربانِ بارگاہِ رحمٰن اور ملازمانِ حضرتِ سبحان کا روزہ ہے، جو ظاہر و باطن میں حق تعالیٰ کی محبت کے سوا ہر چیز سے ہمیشہ روکے رہتے ہیں۔ ان پر بارگاہِ الوہیت سے یہ خلعتِ لطیف و تشریفِ شریف پہنائی جاتی ہے:

"الصوم لی وانا اجزی بہ" (روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔)

رباعی

از غیر تو دارم ہمہ روزہ روزہ　　ہر شب کہ ہم از عطای تو دریوزہ
تا روزہ من ترا قبول افتادہ　　جان و دل من بروزہ اندر ہر روزہ

(تجھ سے غیر کی خاطر میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہوں،
اور ہر شب تیری عطا سے سوالی بنتا ہوں۔
یہاں تک کہ میرا روزہ تیرے حضور مقبول ہو جائے،
اور میری جان و دل ہر روز تیرے ہی روزے میں رہیں۔)

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اور جان لو کہ صلوٰۃ خدمت بھی ہے، قربت بھی اور وصلت بھی۔ خدمت، شریعت ہے؛ قربت، طریقت ہے؛اور وصلت، حقیقت ہے۔ نمازان تینوں خصال کی جامع ہے۔

ع گر جمع شود نماز تو جمع بود

بیت

این است نماز با نیازم پیوستہ چنین بود نمازم تو نیز

(اگر تیری نماز جمع ہو گئی تو حقیقتاً جمع ہے،

میری نماز ہمیشہ نیاز کے ساتھ ہے،

ایسی ہی ہونی چاہیے تیری نماز بھی۔)

چنانچہ حکم ہے: قوموافتوضہواوصلوار کعتین

یعنی ہر دو جہان سے الگ ہو کر اس یگانۂ حقیقی کی بارگاہ میں کھڑے ہو، طُہور کے پانی سے دل کی طہارت حاصل کرو، عبودیت کا سجّادہ عابدانہ بچھاؤ،اور بندگی کا عارفانہ قدم اس پر رکھو۔ پھر دل کے رخ کو قبلۂ "فَأَيۡنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ" کی طرف متوجہ کرو۔ فنا کی تکبیر چاروں رُکنِ وجود پر بلند کرو تاکہ بقا کا مقصود نصیب ہو۔ فاتحۂ اُمّ الکتاب سے وھّابِ حقیقی کی ثناء سے ابتدا کرو۔ پھر تلاوتِ کلامِ الٰہی کے بعد رکوع میں تواضع اختیار کرو، اور طریقۂ "الَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ" کے مطابق اطمینان پاؤ۔ اس کے بعد قیام میں استقامت کے ساتھ شریعت کی طرف پلٹو، پھر حقیقت کے عالمِ غیب میں سجود کر کے "واسۡجُدۡ وَاقۡتَرِب" کی عزیمت بجالاؤ۔ تاکہ معبود کا کرم تجھے کامل وجود عطا کرے اور قعود میں واپس لائے۔ وہاں "التحیات" کی صورت میں عاشقانہ طور پر معشوق کی ثناء اپنی زبان سے پڑھو، جو دراصل "کُنت لسانہ الذی یتکلم بہ" کی حقیقت ہے۔اور یہ بھی جان لو کہ فرمانِ الٰہی "والذین ہم علی صلواتہم دائمون" کا یہی معنی ہے۔

شعر

نماز تو اگر مرد خدائی　　ہر گہ کہ گذاری تو بمعراج برائی

(اگر تو مردِ خدائی ہے تو تیری نماز،

ہر وقت تجھے معراج پر لے جاتی ہے۔)

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الصلوۃ معراج المؤمن

دوسرا طریقہ: تلاوتِ قرآن ہے، اور وہ کلامِ قدیم سبحان ہے۔ حقیقت میں اس کا پڑھنا حروف و آواز اور زبان والحان کے بغیر ہے۔

عروس خلوت قرآن نقاب آنگہ براندازد　　کہ دار الملک ایمانرا مسلم بیندازغوغا

(خلوت قرآن کی دلہن اُس وقت نقاب اُتارتی ہے،

جب ایمان کے دارالملک کو مسلمان شور و غوغا سے معمور کر دیتا ہے۔)

پس سنو! اللہ سے سنو، اور اپنے نفس سے منقطع ہو جاؤ۔ اور "الرحمٰن علّم القرآن، خلق الانسان، علّمہ البیان" کے مکتب میں آؤ، تاکہ میں تمہارے ساتھ قرآن کے معانی بیان کروں۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

شعر

پاک شوتا معانی مکنون　　آیدازپردہ حروف برون

قول باری شنو ہم از باری　　کہ حجابست صنعت قاری

مرددانا بجان سماع کند　　حرف و صوتش ہمہ وداع کند

(پاکیزہ ہو جاؤ تاکہ قرآن کے پوشیدہ معانی،　　حروف کے پردے سے باہر آئیں۔

اللہ کا کلام اللہ ہی سے سنو،　　کیونکہ قاری کی صنعت پردہ ہے۔

عاقل مرد اپنی جان سے سہتا ہے،　　اور حروف وآواز سے رخصت پالیتا ہے۔)

شیخِ مرشد جنید بغدادی قدس سرہٗ کا قول ہے:

قرآن کے الفاظ اور انسان کا جسم دونوں ہمزاد ہیں، اور قرآن کا معنی اور انسان کی روح دونوں ہمزاد ہیں، اور حقیقتِ انسان اور حقیقتِ قرآن ایک ہے، اور وہی حقیقتُ الاشیاء ہے۔

بیت

ہر کہ قرآن چنین نکو داند　　　حافظی باشد او و خوش خواند

(جو قرآن کو اس شان سے جانتا ہے،
وہی حقیقی حافظ اور خوش خوان ہے۔)

تیسرا طریقہ: حج ہے، جو ان پر فرض ہے جن کے لیے استطاعت ہو۔

لیکن تحقیقِ حج یہ ہے کہ تو ارادت کے رُخ کو بارگاہِ باری کی ہدایت و عنایت کی طرف موڑ دے، اور اپنے وجود کے شہر سے قدم باہر رکھے، ناکامی کا گام بیابانِ نیستی میں دھرے، یہاں تک کہ مقامِ احرام تک پہنچے۔ پھر مجرّد ہو کر لوگوں کے بے بنیاد لباس اور خلق کے پرانے چغے کو گردن سے اُتار دے، اور تجرید کا احرام اور تفرید کی خلعتِ خلیلانہ پہن لے۔

پھر عالمِ صفات کے دو علموں سے عالمِ معرفت کی جانب عبور کرے، اور عارفانہ طور پر عرفاتِ معرفت میں قیام کرے۔ اس کے بعد اپنی نفسانی خواہش (کبش) کو قربان کرے، اور صوفیانہ طور پر دل کی صفا اور جان کی مروہ پر فروآئے۔ پھر برے اعمال کے پتھروں کو انکار کے ہاتھ سے اور ذوق و شوق کے اقرار کے تاب سے جمرات کی طرح پھینک دے۔

اس کے بعد کعبہ کی طرف رُخ کرے کہ "و من دخلہ کان آمناً"۔ جب وہاں داخل ہو تو اپنی خودی کو باہر رکھ دے، اور زمزم کے چشمہ سے اپنے اشکوں کے نم سے غسل حاصل کرے۔ پھر محبت و کرم اور لطف و احسان کے قدم سے طوافِ حرم میں مشغول ہو۔ جب حجرِ اسود کے وصال تک پہنچے تو مستانہ طور پر قبلہ بر قبلہ رکھ دے۔

فرائض و سنن کو بہتر سے بہتر طریق پر ادا کرنے کے بعد درِ خانۂ الٰہی کے حلقے کو توکل کے ساتھ تھامے، اور پھر ناچار عاشقانہ انداز میں وداع کرے۔

خوش و خرم ہو کر اپنے مرشد کی متابعت میں بغدادِ شریعت کی طرف واپس آ جائے، یا عشق کے عقب میں دمشقِ طریقت کی جانب عزیمت کرے۔

ع   چون باز آئی حاجی زیبا باشی

بیت

حاجی خانہ دل این باشد   حج یاران ماچنین باشد

(جب تو واپس آتا ہے تو حسین حاجی ہوتا ہے،

ہمارے یاروں کا حج یہی دل کا حج ہے۔)

اور جہاد دو قسم کا ہے: اکبر اور اصغر۔ چنانچہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

«رجعبا من الجہاد الاصغر إلی الجہاد الاکبر» (ہم جہادِ اصغر سے لوٹ کر جہادِ اکبر کی طرف آئے ہیں۔)

جہادِ اکبر یہ ہے کہ روحانی لشکروں کی قوت سے، نفسِ امّارہ کی فوجوں کے خلاف محاربہ کرے۔

اور جہادِ اصغر وہی ہے جو مشہور ہے۔

بیت

این ہر دو جہاد کار اخبار انست   ہر کس کہ کند بدانکہ اخیار آنست

(یہ دونوں جہاد شریعت کے کام ہیں،

جو انہیں ادا کرتا ہے وہی نیک بندہ ہے۔)

مگر اس طریقے پر چلنے والے، طویل زمانے میں بھی بہت کم ہیں۔

دوسرا طریقہ: اصحابِ مجاہدات اور اربابِ ریاضات کا ہے، جو اخلاق کی تبدیلی میں کوشش کرتے ہیں اور تزکیۂ نفس میں مشغول رہتے ہیں۔ شب و روز ریاضت و ساز و سوز میں، "لا" کے انکار کی سوہان اور "اِلّا" کے اثبات کی صیقل سے، بشریت کی کدورت کا زنگ دل کی آئنہ سے عشقِ محبوب کے جلوے سے صاف کرتے رہتے ہیں۔ لاجرم جب دل و جان کی تجلیہ و تصفیہ ہو جاتی ہے تو جمالِ ذوالجلال تجلی فرماتا ہے، اور تبسمِ الٰہی سے یہ نغمہ سننے میں آتا ہے۔

بیت

گر زنگ توز آیینہ دل پاک کنی   چون در نگری جمال دلبر بینی

(اگر تو دل کے آئنہ سے زنگ دور کرے،

تو جب اس میں دیکھے گا تو محبوب کا جمال پائے گا۔)

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

چنانچہ فرمایا گیا: قلب المؤمن کمراۃإذا نظر فیہا تجلّی ربہ

(مؤمن کا دل آئینہ ہے، جب اس میں نظر کرتا ہے تو اس پر اُس کا رب تجلی فرماتا ہے۔)

بیت

دل آینہ جمال شاہنشاہی ست　　　　نگذار کہ گرد گرد او بر گردد

(دل شاہنشاہِ حقیقی کے جمال کا آئینہ ہے،

اس پر گرد و غبار نہ چڑھنے دے۔)

جیسا کہ فرمایا گیا: المؤمن مرآۃ المؤمن واللہ المؤمن

شعر

جام جہان نمای من روی طرب فزای تست　　　　گرچہ حقیقت ہست—جام جہان نمای تو

(میرا جامِ جہاں نما تیرا ہی طرب افزا چہرہ ہے،

اگرچہ حقیقت میں میرا وجود ہے، مگر وہ تیرے ہی جمال کا آئینہ ہے۔)

اور اس معنی کے طالب عبادتِ ظاہر میں نہیں بلکہ عمارتِ باطن میں سعی کرتے ہیں۔

نظم

اینست طریق ہر کہ ابرار بود　　　　در خلوۃ و جلوۃ ہمہ با یار بود

(یہی طریقہ ہے ہر اُس کا جو ابرار میں سے ہو،

کہ خلوت و جلوت میں ہمیشہ یار کے ساتھ رہتا ہے۔)

بیت

یک چند درین مقام بودم　　　　بسیار دری ازین گشودم

(میں کچھ عرصہ اس مقام میں رہا،

اور اس سے کئی دروازے مجھ پر کھلے۔)

اور سالکانِ سبیل اور واصلانِ طریق کے لوگ، دوسرے طریقے والوں سے زیادہ ہیں۔

لیکن حقیقت تک پہنچنا اور فقرائے کاملین میں سے ہونا، نوادر میں شمار ہے۔

چنانچہ مشہور مغفور حسین منصور (حلاجؒ) نے غواصِ خاص حضرت ابراہیم خواصؒ سے سوال کیا کہ :
"آپ کس مقام میں اپنے نفس کو ریاضت دیتے ہیں؟"
انہوں نے فرمایا: "گوشۂ رضا اور کنجِ توکل میں، تیس برس کی مدت سے نفس کو ریاضت دیتا ہوں اور ہر لمحہ غیر کی طرف سے ناامیدی کی داغ اس کے جبین پر رکھتا ہوں۔"
حسین منصور نے کہا: "اے برادر! تُو خوش مقام میں سکونت گزیں ہے، مگر اپنی عمر کو باطن کی عمارت میں صرف کر کے فوت کر دیا، حالاں کہ فناالفناء فی اللہ سے غافل رہا۔"

(عربی شعر)

فافنوا ثم افنوا ثم افنوا   فابقوا بالبقاء فی قرب ربی
فنا شو از وجود خود فنا شو   کہ نا یابی حیات از رب باقی
درا در بزم خاص نعمت اللہ   کہ تا مستت کند انعام ساقی

(فنا ہو جاؤ، پھر فنا ہو جاؤ، پھر فنا ہو جاؤ،   تا کہ رب کے قرب میں بقا سے سرشار ہو جاؤ۔
اپنے وجود سے فنا ہو جاؤ،   کہ حقیقی حیات ربِ باقی سے ملتی ہے۔
آؤ نعمت اللہ کی خاص بزم میں،   جہاں ساقی کے انعام سے مست ہو جاؤ۔)

DARGAH HAMZAPIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

سوم طریقہ: یہ راہ سائرین کی ہے جو اللہ کی طرف سفر کرتے ہیں، اور طائرین کی ہے جو اللہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔

رباعی

ایں است طریق ہر کہ طیار بود   در ظاہر و باطن ہمہ با یار بود
چشمش چو بنور عشق بینا باشد   در دیدہ او مدام دیدار بود

یہی طریق ہے ہر اُس کا جو بلند پرواز ہو،   کہ ظاہر و باطن میں ہمیشہ یار کے ساتھ رہتا ہے۔
جب اس کی آنکھ عشق کے نور سے بینا ہو جائے،   تو اس کی نگاہ میں ہر دم دیدار موجود ہوتا ہے۔

اس طائفہ کو اہلِ محبت کہا جاتا ہے، اور ان کا سلوک درویشوں کے لیے محض جذبہ پر مبنی ہے۔

شعر

در صدہزار سال ببرج دلی رسد　　　از آسمان عشق بدیہسان ستارۂ

(صدہزار سال کی محنت سے جو ایک دل کی معراج تک پہنچے،

وہ آسمانِ عشق سے یوں روشن ہوتا ہے جیسے ستارہ۔)

اور یہ طریقہ، اے یار! موتِ ارادی پر مبنی ہے۔ چنانچہ جانِ انام و جانانِ ایام علیہ السلام نے فرمایا:

«موتوا قبل اِن تموتوا» (مر جاؤ قبل اس کے کہ تمہیں موت آئے۔)

بیت

بمیر اید وست پیش از مرگ اگر می زندگی خواہی

کہ ادریس از چنین مردن بہشتی گشت پیش از ما

(اے دوست! مر جا قبل اس کے کہ موت آئے، اگر حقیقی زندگی چاہتا ہے،

کیونکہ ادریسؑ اسی موت کے سبب ہم سے پہلے بہشتی بن گئے۔)

اور یہ قول حکمائے متقدمین اور علمائے سلف کا بھی ہے کہ:

«موتوا حتی لا تموتوا» (ایسی موت اختیار کرو کہ پھر کبھی موت نہ آئے۔)

نظم

گر بمیری ز خود بقا یابی　　　ور کشی زحمتی عطا یابی

ہر کہ مرد او د گر نخواہد مرد　　　ور نمردی بمیر تا یابی

(اگر تُو اپنی ذات سے مر جائے تو بقا پائے،

اور اگر کوئی مشقت برداشت کرے تو عطا حاصل کرے۔

جو شخص مرنے پر آمادہ نہ ہو وہ کچھ نہ پائے،

اور اگر مرے گا نہیں تو فنا کی دولت کہاں پائے گا؟)

حضرت شبلیؒ نے فرمایا: موت تین قسم کی ہے:

1. دنیا میں موت،　2. عقبیٰ میں موت،　3. اور مولا میں موت۔

پس جو دنیا کی محبت میں مرے وہ منافق ہے، جو عقبیٰ کی محبت میں مرے وہ زاہد ہے، اور جو مولا کی محبت میں مرے وہ عارف ہے۔

بیت

زاہدان جانب بہشت روند　　بہ کراں در تک سقر میرند
ای خوشا وقت ما و آن یاران　　پیش معشوق چون شکر میرند

(زاہد بہشت کی طرف جاتے ہیں،　　اور بہ کر جہنم کی گہرائیوں میں مرتے ہیں۔
واہ کیا خوشا لمحہ ہے ہمارا اور یاروں کا،　　کہ ہم معشوق کے حضور شکر کی طرح گھل کر مرتے ہیں۔)

وصول بہ موت ارادی (یعنی اختیاری موت تک رسائی) دس اصولوں پر مبنی ہے۔اب ان کی تقریر و تحریر بیان کی جاتی ہے،اور توفیق فقط اللہ ہی کی جانب سے ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اصلِ اول: توبہ

توبہ معصیت پر ندامت ہے،ایسی ندامت کہ اگر دوبارہ گناہ کا موقع ہاتھ آئے تو دل اُس کی طرف ہرگز مائل نہ ہو۔

مصرع　این توبہ عام است ولی توبہ خاص (یہ توبہ عوام کی ہے، لیکن خاصوں کی توبہ یہ ہے)...

کہ تائب ظاہر کی لذتوں سے باہر نکلے اور باطن کے خلوت کدے میں داخل ہو جائے۔

بیت

توبہ از دینی واز لذات آن　　تا درآئی در بہشت جاودان

(دینِ دنیا اور اُس کی لذتوں سے توبہ کر،
تاکہ ہمیشہ کی بہشت میں داخل ہو سکے۔)

مگر توبۂ خاص الخاص یہ ہے کہ بارگاہِ عزت کی طرف ارادے سے مراجعت ہو۔ جیسا کہ موت بے اختیاری مراجعت ہے،قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: «ارجعی إلی ربک» (اپنے رب کی طرف پلٹ آ)

پس جو دنیا کی محبت میں مرے وہ منافق ہے، جو عقبیٰ کی محبت میں مرے وہ زاہد ہے، اور جو مولا کی ہیبتِ جواہر، اغراض اور باطل اعراض سے دست بردار ہو، اور اپنے یار کے ذریعے باری تعالیٰ کے در پر مراجعت کر۔ اور مخلصانہ طور پر تمام عیوب اور گناہوں سے پاک صاف ہو جا تاکہ حقیقی خلاصی نصیب ہو۔ یہ بھی سمجھ لے کہ گناہ وہی ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ڈال دے، خواہ وہ مراتبِ دنیا ہوں یا مراتبِ عقبیٰ۔ اور طالب پر واجب ہے کہ غیرِ محبوب کی محبت ترک کرے اور فقط مطلوبِ حقیقی کی محبت میں محو ہو جائے۔

چنانچہ کہا گیا ہے: «وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب» (تیرا محض وجود ایسا گناہ ہے جس کا کسی اور گناہ سے تقابل نہیں ہو سکتا۔) حبت میں مرے وہ عارف ہے۔

شعر

بشنوز من ای یار و گذر کن ز مناہی　　　رو توبہ کن از خویش کہ یکبارہ گناہی

(اے یار! میری بات سن اور گناہوں سے گزر جا،　　　اپنی ذات سے بھی توبہ کر کہ وہ سراسر گناہ ہے۔)

اصلِ ثانی: زہد

زاہد پرہیزگار کو چاہیے کہ جسمانی لذتوں کی مٹھاس سے باہر نکلے، اور دنیوی سامان و نفسانی عیش و عشرت سے دامن بچائے، خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، مال و جاہ ہو یا یار و اغیار۔ جیسے موتِ اضطراری کے وقت سب سے بیزاری ہو جاتی ہے، ویسے ہی وہ سب سے دل بری کر لے۔ زہد کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی ارادے کے ساتھ دنیا و آخرت دونوں سے کنارہ کشی کرے۔ جیسا کہ دنیا و آخرت کے مظہر (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

«الدنیا حرام علیٰ اہل الآخرۃ، والآخرۃ حرام علیٰ اہل الدنیا، وہما حرامان علیٰ اہل اللہ تعالیٰ»

(دنیا آخرت کے طلب گاروں پر حرام ہے، اور آخرت دنیا کے چاہنے والوں پر حرام ہے، اور دنیا و آخرت دونوں اہلِ اللہ پر حرام ہیں۔)

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بیت

دنیاوآخرۃ دوسرا ایست عام را　　قفل نفور بر سر ہر دو سرای زن

(دنیااور آخرت عوام کے لیے دو قفل ہیں،
پس دونوں سرا پر نفرت کی کنجی لگادے۔)

نقل ہے کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا:
میری زاہدی کی مدت صرف تین دن رہی:

1. پہلے دن دنیااور جو کچھ اس میں ہے، اس سے کنارہ کش ہوا۔
2. دوسرے دن آخرت اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے جدا ہوا۔
3. تیسرے دن ماسویٰ اللہ سے بھی آزاد ہو گیا۔

نظم

روز چارم ززہد وارستم　　زانکہ بااصل خویش پیوستم

(چوتھے دن زہد سے بھی آزاد ہو گیا،
کہ میں اپنے اصل سے جاملا۔)

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بیت

زاہدی وزاہدانہ این بود　　عاشقی وعاشقانہ این بود

(یہی ہے زہد اور زاہد ہونے کا طریق،
اور یہی ہے عشق اور عاشق ہونے کا رنگ۔)

اصلِ ثالث: توکل

توکل ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا، اس واحد وہاب پر اعتماد کرنا۔

شعر

توکل بر خدای خویشتن کن　　وداع محنت مردم چو من کن

(اپنے رب پر توکل کر،　　اور لوگوں کی محنتوں کو چھوڑ دے جیسے میں نے چھوڑا۔)

جیسا کہ فرمایا گیا:

«وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ» (اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہی اس کے لیے کافی ہے۔)

منظومہ

توکلنا علی رب السماء　　وسلمنا باسباب القضاء

(ہم نے آسمانوں کے رب پر توکل کیا،　　اور قضاو قدر کے اسباب کے حوالے خود کو سپرد کیا۔)

متوکل کو چاہیے کہ نسب اور اسباب سب سے باہر نکل آئے۔ جیسا کہ موحدِ مکرّم حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے بغداد میں یہ ارشاد فرمایا:

ایک فقیر ضعیف شخص ان کے حضور حاضر ہوا اور عرض کیا:

بیت

آخر چہ شود تو با خودم یار کنی　　ہر توشہ کہ باشد بمن آن بار کنی

(آخر کیا ہوا اگر تو میرے ساتھ یار بن جائے،　　اور جو توشہ ہے، وہ میرے ذمہ کر دے؟)

شیخ نے یہ سن کر معانی کا دروازہ کھولا اور فرمایا:

اس راہ میں میں تمہارا رفیق ہوں بشرط یہ کہ نہ توشہ لیں، نہ طلب کریں، اور اگر کوئی دے تو قبول نہ کریں۔ کیونکہ ہم نے پڑھا ہے: «وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ»

(اور جو اللہ پر بھروسہ کرے، تو وہی اس کے لیے کافی ہے۔)

نظم

ایں ست توکل صحیح　　بشنو سخن خوش فصیح

(یہی ہے صحیح توکل،　　سن میری فصیح و خوش بات۔)

اصلِ رابع: قناعت

قناعت یہ ہے کہ انسان نفس کی شہوات اور حیوانی لذتوں سے ہمیشہ آزاد و وارستہ رہے، جیسے موت آنے پر آدمی سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

بیت

گر کنج قناعتی ترا دست دہد　　پیش تو فرشتہ دست بر دست نہد

(اگر تجھے قناعت کا گوشہ نصیب ہو جائے،　　تو فرشتہ تیرے سامنے تعظیم میں ہاتھ باندھ دے۔)

چنانکہ حدیث شریف میں ہے:

«القناعۃ کنزلا یہفد» (قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔)

شعر

ای قناعت توانگرم گردان　　کہ ورای تو ہیچ طاعت نیست

(اے قناعت! مجھے غنی کر دے،　　کہ تیرے سوا کوئی طاعت نہیں۔)

نیز فرمایا گیا: «من قنع شبع» (جو قناعت کرے وہ سیر ہو جائے۔)

بیت

قناعت کن زدون حق وگرنہ دون دنیائی　　مخواہ از غیر حق چیزی اگر تو مرد دانائی

(حق کے سوا قناعت اختیار کر، ورنہ یہ دنیا ذلت ہے،　　اور غیرِ حق سے کچھ مت چاہ اگر تو مردِ دانا ہے۔)

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

البتہ بقدرِ ضرورت انسان کو مال و اسباب لینا واجب ہے تاکہ قوتِ طاعت حاصل ہو۔ عارف کے لیے تو اشارہ ہی کافی ہے۔ لیکن کھانے پینے اور لباس میں اسراف سے بچنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ نقل ہے کہ بہلول ایک دن خلیفہ مامون کے دربار میں داخل ہوئے۔ مامون نے کہا: مجھے نصیحت کرو۔ بہلول نے ہاتھ میں کوئلہ لیا اور دیوار پر لکھا:

"اے مامون! اگر یہ عمارت تیرے اپنے مال سے بنی ہے تو تو نے اسراف کیا ہے، اور اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور اگر یہ غیر کے مال سے بنی ہے تو خیانت کی ہے، اور اللہ خیانت کرنے والوں کو بھی دوست نہیں رکھتا۔"

بیت

اسراف مکن بجز کہ در میخواری   لیکن می عشق تا نیابی خواری

(اسراف مت کر، سوائے شراب نوشی کے،   لیکن عشق کی مئے پئے بغیر تو کبھی سرخرو نہ ہوگا۔)

اصلِ پنجم: عزلت

عزلت یہ ہے کہ بندہ مخلوق کی مخالطت سے نکل کر علائق و عوائق سے کنارہ کش ہو جائے۔

شعر

چون مردمک دیدہ ماگوشہ نشین شو   در زاویہ چشم در آو ہمہ بین شو

(جیسے آنکھ کی پتلی ہے، ویسا گوشہ نشین ہو جا،   آنکھ کے کونے میں آجا، اور پھر سب کچھ دیکھ۔)

عارف کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی خلوت کو تابوت کے گوشے کی طرح سمجھے۔

نظم

تو عزلت کن ز غیر او بغیرت   کہ تا عالی شود ہر لحظہ سیرت

(اللہ کے غیر سے غیرت کے ساتھ عزلت اختیار کر،   تاکہ تیری سیرت ہر لحظہ بلند تر ہو جائے۔)

اور کسی کا ہم دم نہ ہو مگر کامل و مکمل شیخ کی خدمت میں، جس کی اجازت و اشارہ کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائے۔ شیخ وہی ہے جو شریعت، طریقت اور حقیقت: تینوں علوم میں کامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل کر سکے۔

بیت

گر یابی این چنین صاحبدلی   خدمت او کن کہ گردی مقبلی

(اگر ایسا صاحب دل شیخ پالے،   تو اس کی خدمت کر تاکہ مقبول ہو جا۔)

مرید کو چاہیے کہ اپنی مرضی چھوڑ کر مرشد کے سپرد ہو جائے، تاکہ شیخ اپنے فیضِ ولایت اور انوارِ نبوت کے پانی سے اسے غسل دے کر، اجنبی گناہوں اور نفسانی آلودگیوں سے پاک کر دے۔

بیت

من مردہ شدم شیخ مرا پاک بشست   ایندم بدمی ہزار از آن می شویم

(میں مردہ ہوا تو شیخ نے مجھے پاک کر کے غسل دیا،   اب میں ہزار بار اُس گندگی سے پاک ہو رہا ہوں۔)

عزلت کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنی حواس کو محسوسات سے الگ کر دے، کیونکہ ممکنات سے تعلق جان و دل اور عقل کے لیے آفات و فتنہ ہیں۔

رباعی

بہشین بدر خلوت دل ای کامل مگذار کہ غیر او درآید در دل
زیرا کہ اگر غیر درآید بوثاق آسان تو دشوار شود حل ہر مشکل
(اے کامل! دل کی خلوت میں بیٹھ جا، اور غیر کو ہرگز دل میں نہ آنے دے۔
کیونکہ اگر غیر دل میں آجائے، تو ہر آسان مشکل ہو جاتی ہے۔)

اور اس بات کا خیال رکھ کہ محسوسات کی گرد و غبار اور علائق کی دھول، حواس کے روزن سے اندر نہ آئے۔ ورنہ نفسِ امّارہ قوی ہوگا اور روح خسارے میں پڑے گی۔ کیونکہ جب روح نفیس نفسِ خسیس سے مانوس ہو جاتی ہے تو دونوں مل کر دل کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور انسان کو اسفل السافلین کی طرف لے جاتے ہیں۔

بیت

روح بانفس ہر دو جمع شدند دل چو فرزند در وجود آمد
(روح اور نفس جب مل جاتے ہیں، تو دل بیٹے کی طرح وجود میں آتا ہے۔)

اگر دل کا فرزند ناپختہ ہو تو ماں (نفس) کے پیچھے چل پڑتا ہے، اور باپ (عقل) بھی محبت میں ساتھ ہو لیتا ہے اور سب دنیا کی فنا کی طرف چل پڑتے ہیں۔ لیکن اگر دل پختہ و بالغ ہو اور حکمِ الٰہی "فاتبعونی" کے ساتھ حقیقی پدر (یعنی رسول ﷺ) کی پیروی کرے، تو نفس بھی رفاقتاً ساتھ چلتا ہے اور سب صراطِ مستقیم کے ذریعے عالمِ ظاہر سے عالمِ باطن کی طرف مراجعت کرتے ہیں۔

بیت

برخیز وبیا نفس مطیع خود کن مگذار کہ روح عاجز نفس شود
(اٹھ اور اپنے نفس کو تابع کر لے،
اور یہ نہ ہونے دے کہ روح عاجز ہو کر نفس کے تابع بن جائے۔)

لیکن جان لے کہ صرف خلوت و عزلت اختیار کر لینے سے نفسِ خناس اور شیطانِ رجیم سے نجات نہیں ملتی۔ بلکہ یہ ایک ریاضت ہے، جیسے بیمار کے علاج میں پہلے پرہیز کروایا جاتا ہے تاکہ بدن کے فاسد مادے پختہ ہو کر ختم ہو جائیں۔

شعر

بسبیل نصیحت از حکمت　　آنطبیب این سخن فروخواند

(حکمت کی راہ سے نصیحت کے طور پر،　　وہ حکیم طبیب یہ بات کہتا ہے۔)

"الحمیۃ راس کل دواء" (پرہیز ہر علاج کی جڑ ہے) جب پرہیز کے بعد بدن صاف ہو جائے تو طبیب مسہل دیتا ہے، تاکہ فساد کا مادہ نکل جائے اور قویٰ کو قوت ملے۔

نظم

آن زمان از سقم بکلی رست　　چون طبیعت بصحبتش پیوست

(اسی وقت مریض پوری طرح صحت پالیتا ہے،　　جب طبیعت حکیم کی صحبت سے جڑ جاتی ہے۔)

اسی طرح انبیاء و اولیاء اطباءِ اخروی ہیں۔ وہ پہلے عزلت اور پرہیز سکھاتے ہیں، پھر ذکرِ حق کا شربت پلاتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا: "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ" یعنی قرآن مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

بیت

ذکر حق قوت خویشتن سازد　　ہر کہ راہست قوت باری

ہچو مسہل کہ میخورد رنجور　　تا باید شفا ز بیماری

(ذکرِ حق اپنی ہی قوت بن جاتی ہے،　　جو اللہ کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔

جیسے بیمار مسہل کھاتا ہے،　　تاکہ بیماری سے شفا حاصل کرے۔)

اصل ششم: ملازمتِ ذکر

ذکر کی ملازمت یہ ہے کہ بندہ برابر اس میں کوشاں رہے، یہاں تک کہ غیرِ خدا کے ذکر سے بالکل غافل ہو جائے۔

شعر

باطل بگذار و فارغ از باطل شو   آنگاہ بذکر حق چو ما واصل شو

(باطل کو چھوڑ اور باطل سے آزاد ہو جا،   پھر ذکرِ حق کے ذریعے ہم جیسے واصل بن جا۔)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ غَيْرَ اللَّهِ"

(یاد رکھ اپنے رب کو، جب تو غیرِ خدا کو بھلا دے)۔

نظم

یعنی کہ بگو تو ذکر ما از دل و جان   وقتی کہ فراموش کنی ہر دو جہان

(یعنی دل و جان سے میرا ذکر کر،   جب تو دونوں جہان کو بھلا دے۔)

شعر

چنان بیاد تو مشغول گشتہ ام جانا   کہ یاد جان و دلم در ضمیر بیناید

(اے جانا! میں اتنا تیرے ذکر میں مشغول ہو گیا ہوں،   کہ اب دل و جان کا بھی خیال نہ ضمیر میں آتا ہے۔)

ذکر کی نسبت مسہل کے پینے سے ہے، کیونکہ کلمۂ لا إلہ إلا اللہ ایک معجون ہے جو نفی و اثبات سے مرکب ہے۔ "لا" (نفی) کا شربت دل کی بیماریوں اور جان کی مہجوری کو دور کرتا ہے، نفسِ امّارہ کی تربیت اور شہوانی علائق کو ختم کرتا ہے، اور تعلقاتِ دنیا و آخرت کی گرد کو صاف کرتا ہے۔

بیت

گر ز آنکہ ز نفی شربتی نوش کنی   این جملہ خستگی فراموش کنی

(اگر تو نفی کا ایک شربت پی لے،

تو یہ سب خستگیاں بھول جائے۔)

اور سمجھ لے کہ "إِلَّا اللہ" کے اثبات سے دل و جان کی صحت و سلامتی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ نعمت کے بند دروازے اور شبہات کے عقدے، جو رذائلِ اخلاق کے سبب سے قابلِ ملامت ہیں، کھول دیتا ہے اور انہیں بسلامت صاف کرتا ہے، یہاں تک کہ دل اپنی اصل اعتدال کی طرف پلٹ آتا ہے۔

جیسا کہ فرمایا گیا: "کلُّ شَیٍٔ یرجِعُ إلیٰ اِصلِہٖ" (ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے)۔ اس وقت دل کا یقین بے گمان استوار ہو جاتا ہے اور جہت کی روشنی "اللہ نور السمٰوات والارض" کے نور سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ روح کے شاہد کو فتوحات کے ذریعے شواہدِ حق سے مزین کیا جاتا ہے اور تجلیاتِ ذات و صفات سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ اس پر ربّ وہاب کا خطاب وارد ہوتا ہے: "وَاَشرَقَتِ الاَرضُ بِنورِ رَبِّہا" یعنی نفس کی زمین اللہ کے نور سے روشن ہوگئی اور تعلقاتِ نفسانی کی تاریکیاں انوارات رحمانی میں بدل گئیں۔ یہ وہ مقام ہے جس کی خبر آیت دیتی ہے: "یَومَ تُبدَّلُ الاَرضُ غَیرَ الاَرضِ وَالسَّماواتُ وَبَرَزُوا للہِ الواحِدِ القَہّار"۔ (یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ ایک اللہ کے حضور نکل کھڑے ہوں گے جو سب پر غالب ہے۔)

شعر

آن زمان جان ودل شود ہمہ یار　　لیس فی الدار غیرہ دیار

(اس وقت جان ودل سب یار ہی یار بن جائیں گے،　　اس گھر میں غیر کا کوئی دیار باقی نہیں رہے گا۔)

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"النہایۃ ہی الرجوع إلی البدایۃ" (یعنی سلوک کی انتہا ابتداء ہی کی طرف لوٹنا ہے)۔

بیت

سید چو ہمہ اوست چہ پنہان وچہ پیدا　　احوال بدایات ونہایات چہ باشد

(اے سید! جب سب کچھ وہی ہے، ظاہر بھی اور باطن بھی،　　تو پھر ابتداء اور انتہاء کے احوال کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟)

اور جان لے کہ ظلمت کی انتہا ہی نور کی ابتدا ہے، جیسے رات کے ختم ہونے پر دن کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی لیے قضیۂ "فاذکرونی اذکرکم" کے مطابق بندہ ذاکر ہو کر مذکور بن جاتا ہے اور مذکور ہو کر ذاکر۔ اور اللہ ہی ناصر و منصور ہے۔ جب بیدار ذاکر ذکرِ الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے، اس وقت وہ نعمتِ الٰہی کی مانند ہو جاتا ہے۔ اگر تم ذاکر کو ڈھونڈو گے تو مذکور پاؤ گے، اور اگر مذکور کو تلاش کرو گے تو ذاکر کو پاؤ گے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

منظومہ

لقد کبت دہراً قبل ان یکشف الغطا　　اخالک انی ذاکر لک شاکر

فلما اِضاء اللیل اصبحت شاہداً　　بانک مذکور و ذکر و ذاکر

فاذاالبصر فی البصر تہ واذاالبصر تہ البصر فی

(میں عرصۂ دراز سے تیرا ذاکر اور شاکر رہا ہوں،　　پھر جب شب روشن ہوئی تو گواہ بنا،

کہ تُو ہی مذکور ہے، تُو ہی ذکر اور تُو ہی ذاکر۔　　جب میں نے دیکھا تو تجھے ہی دیکھا،

اور جب تجھے دیکھا تو اپنے آپ کو تجھ میں پایا۔)

تمثیل

ز مجنون باز پر سیدند خیلی　　کہ ای مجنون چہ نامی گفت لیلیٰ

بگفتہبد روز مجنون چیہست فرما　　بگفتا روز مجنون ہست لیلیٰ

(لوگوں نے مجنون سے بارہا پوچھا:

اے مجنون! تیرا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا: لیلیٰ۔

پوچھا: مجنون! تیرا دن کیا ہے؟ اُس نے کہا: میرا دن بھی لیلیٰ ہے۔)

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

بیت

انا من اہوی و من اہوی انا　　نحن روحان حللبا بدنا

(میں وہی ہوں جس سے محبت کرتا ہوں اور وہ میں ہے،　　ہم دو روحیں ہیں جو ایک ہی بدن میں بسی ہیں۔)

شعر

روز و شب ہیگفت مجنون این سخن　　من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من

نیست لیلیٰ غیر من من غیر او　　ما دو روحیم آمدہ دریک بدن

(مجنوں دن رات یہ کہا کرتا تھا:

میں کون ہوں؟ لیلیٰ! اور لیلیٰ کون ہے؟ میں۔

لیلیٰ میرے سوا کچھ نہیں اور میں اس کے سوا کچھ نہیں،

ہم دونوں ایک بدن میں سمائے ہوئے دو جانیں ہیں۔)

اصل ہفتم: توجہ

توجہِ کامل بہ حضرتِ عزّت یہ ہے کہ بندہ سراپا، ظاہر و باطن، جوہر و عرض سب کے سب حقِ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور ہر اُس داعیے اور صدا سے کنارہ کش ہو جو اُسے غیرِ حق کی طرف بلاتی ہے۔ یہ کیفیت ایسی ہو کہ گویا موت کے ذریعے سب سے آزاد ہو گیا ہے، یہاں تک کہ کوئی محبوب، مطلوب، مقصد، مقصود، رغبت یا مرغوب اُس کے دل میں باقی نہ رہے سوائے خدائے تعالیٰ کے۔

نظم

کلی زسر وجود برخیز   آنگاہ توجہی بحق کن

(پہلے اپنے وجود کی وابستگیوں سے بالکل نکل آ،   پھر خالص ہو کر حق کی طرف متوجہ ہو۔)

اگر انبیاء و اولیاء کے مقامات و منازل بھی تجھ پر جلوہ کریں تو پھر بھی التفات نہ ہو، کیونکہ حضرتِ معبود سے لحظہ بھر کا اعراض بھی خطرناک ہے۔

بیت

مارا بغیر او نبود التفات ہیچ   زیرا کہ نیست جز گرم او نجات ہیچ

(ہمیں اس کے سوا کسی کی طرف التفات نہیں،   کیونکہ اُس کے بغیر نجات کہیں نہیں۔)

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

جنیدؒ نے فرمایا: اگر کوئی صدیق ہزار ہزار برس تک راہِ تحقیق میں صدق و تصدیق کے قدم اٹھائے، لیکن ایک لحظہ کے لیے بھی اعراض کرے اور آنِ واحد میں غفلت کرے، تو اُس کی اکہری کمائی ضائع ہو جاتی ہے اور نقصان اُس کے فائدے پر غالب آ جاتا ہے۔

شعر

زنہار کہ اعراض مکن از در یار   تا دور نیفتی چو فلان از بر یار

(خبردار! یار کے در سے رُو گردانی نہ کرنا،

کہ کہیں اُس طرح جدائی میں نہ پڑ جاؤ جیسے فلاں، جو درِ یار سے کٹ گیا۔)

اصل ہشتم: صبر

صبر ہے، اور صبر ہی درِ فرج وکشادگی کی کنجی ہے۔

بیت

صبری کنیم تا ستم او چہ میکند　　با این دل شکستہ غم او چہ میکند

(آؤ ہم صبر کریں اور دیکھیں کہ محبوب کی جفا کیا رنگ لاتی ہے،

یہ شکستہ دل اُس کے غم کے وار کو کس طرح سہہ لیتا ہے۔)

صابر کو چاہیے کہ نفسانی لذتوں اور جسمانی مرادوں سے نکل کر مجاہدہ و مکابدہ کی راہ اختیار کرے اور اپنے دل کو اس اصول پر قائم رکھے کہ محض صبر کے ساتھ ہی امارات و محبوبات اور تمام وابستگیاں اُس کے تابع بنیں، نہ کہ وہ اُن کا غلام ہو۔

شعر

بلکہ مرکوب او شوند ہمہ　　گر ز شہوۃ بصیر باز آید

(بلکہ سب خواہشیں اُس کے ماتحت ہو جائیں،　　اگر وہ شہوت کے پردے سے آنکھ کھول لے۔)

پس سالک کو چاہیے کہ اخیار کی راہ پر قدم جمائے، ابرار کی روش پر استقامت کرے، دل کو صاف کرنے اور روح کو جِلا بخشنے کی مشق میں صابر و ثابت قدم رہے۔

بیت

صفت صابران ہمچون ماست　　وین دل من از کلام خداست

(صابرین کی صفت یہی ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں،　　اور میرا یہ دل کلامِ الٰہی سے ہی منور ہے۔)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون۔

"اور ہم نے اُن کو امام بنایا جو ہمارے حکم سے راہ دکھاتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔"

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission of Spreading Love

شعر

تلخی صبر اگر گلوگیر است   عاقبت خوشگوار خواہد بود

(اگرچہ صبر کی تلخی حلق میں اٹکتی ہے،   مگر اس کا انجام سراسر خوشگوار ہوتا ہے۔)

صبر محمود کی دو قسم ہے: 1. صبر بر طاعت 2. صبر عن معصیت

بیت

در ہمہ حال صابری می باش   واندران صبر حاضری می باش

(ہر حال میں صابر رہ،   اور اُس صبر میں بھی ہمہ وقت حاضر رہ۔)

اہلِ سلوک نے کہا ہے: حفاظت کر و اُس پردے کی جو تمہارے اور اغیار کے درمیان ہے۔

نظم

صبر کن در بلای آن محبوب   تا کہ باشی صبور چون ایوب

(محبوب کی بلاؤں میں صبر اختیار کر،   تاکہ ایوبؑ کی طرح صبر کی بیال بن جائے۔)

صبر کی حقیقت یہ ہے کہ نفس کو غیر اللہ کے سامنے شکوہ کرنے سے روکنا، ہاں مگر اللہ کے حضور شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں بلکہ صبر کامل کی علامت ہے۔ شکایت کی تین قسمیں ہیں:

1. شکایتِ حبیب از حبیب نزد غیر حبیب —— یہ بیزاری ہے اور دوستی کے خلاف ہے۔

2. شکایت از غیر حبیب نزد حبیب —— یہ محبت میں شرکت ہے۔

3. شکایت از حبیب نزد حبیب —— یہ عینِ توحید اور محض تفرید ہے۔

بیت

گر صبر کنی صبر چنین کن بتمام   اینست تمامی سخن ہا والسلام

(اگر صبر کرنا ہے تو ایسا کامل صبر کر،   یہی اصل کلام اور تمام باتوں کا خلاصہ ہے۔)

اصلِ نہم مراقبہ ہے۔

مراقب کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی قوت، حول و قوّتِ نفسانی اور ذاتِ متصل سے باہر نکل آئے۔

مصراع ـــــ یہ وہ وصف ہے جس میں مراقب اپنے آپ کو موت کے حال میں پاتا ہے اور حق کے مواھب کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تاکہ از برائے نفحاتِ الطافِ وجودِ مطلق اس کا رویہ غیرِ خدا سے منحرف رہے، اور اُس کا غوطہ ویران محبت میں ایسا ہو کہ وہ شوقِ لقاء کا مشتاق بنے، اور ابرار کی طلبِ لقائے حق کی مانند اُسے بے چین کرے (اور حال یہ ہو کہ) : وہ خود کہتا ہے :

«وَإِنِّي إِلَيْهِمْ لَشَدِى شَوْقًا» ـــــ یعنی میں اُن کی طرف سخت شوق و تمہا کے ساتھ راغب ہوں ـــــ اور یوں اُس کی جان و دل، نہ تو مٹی وآب کی طرح، روز و شب صرف و فقط بارگاہِ حق کی طرف دوڑیں، اور روح اپنی حیات اسی سے پائے۔

بیت

فانی ز خود و بدوست باقی باشد   با جام و می و حریف و ساقی باشد

(وہ خود سے فنا ہو کر باقی رہتا ہے اور اُس کا دوست فقط وہی ہے؛

وہ جام و می و صحبتِ ساقی میں ہی اپنے آپ کو پاتا ہے۔)

مراقب فراق سے وصل کی پناہ پاتا ہے، مدد و استعانت اسی درگاہ سے چاہتا ہے اور اپنے شکوے و درد اسی کے سامنے بیان کرتا ہے، جیسا کہ منصورِ حلاج نے کہا: "اے خدا! اگر تو نے ہم کو جان لیا تو ہم کو مجبور کیا، اور اگر نہیں جانا تو ہمیں عذاب دیا، اور اگر ہمیں چھوڑ دیا تو ہمیں جلا دیا ـــــ تیرے بغیر کوئی طاقت نہیں اور تیرے سِوا کوئی راحت نہیں؛ پس مدد مانگنے والا تجھ کو پکارے۔"

بیت

گر از تو بتو در نگریزم چکنم   پیش کہ روم قصہ بدست کہ دہم

(اگر میں تیری طرف دیکھ کر تیری طرف پلٹوں تو کیا کروں؟   کہاں جاؤں اور کس کہانی کو میں پیش کروں گا؟)

(کلامِ مراقب: اعوذُ بکَ بِہِک) ـــــ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری ہی طرف سے (یعنی خود کو تیرے غلبے سے بچالوں)۔

شعر

ہر شکایت کہ باشدت ای یار　　ہان مکن نزد غیر یار اظہار

(اے یار! جو بھی شکوہ شدید ہو،　　اسے غیرِ یار کے سامنے ظاہر مت کر۔)

تاکہ سبب الاسباب ـــ جو دروازے کھولنے والا اور دروازے کھولنے والا ہے ـــ رحمت و وصال کے در کھول دے اور وہ کبھی بند نہ رہیں، اور فراق کے در ایسے نہ بند ہوں کہ دوبارہ کبھی کھل نہ سکیں۔ جب خدا کی رحمتِ باہمت و نورِ لامتناہی کی طرف نظرِ مرحمت پڑتی ہے تو نفسِ امّارہ کی تاریکیاں ایک لمحے میں اتنی زائل ہو جاتی ہیں کہ وہ سالوں کی مجاہدت و ریاضت سے بھی ہلکی رہ جائیں۔

بیت

بجز از رحمتش نمی دانم　　کہ چنین لطفہا کند با ما

(میں تو ان سب انعامات کو صرف اُس کی رحمت کے سوا کسی اور چیز کے ذریعے جانتا ہی نہیں ہوں ـــ وہی ہمارے ساتھ ایسی مہربانیاں کرتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي) یعنی: "میں اپنی جان کو پاک قرار نہیں دیتا، بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔"

مصراع ـــ یہ مرتبہ عوام واصحابِ اخبار کا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ملِکِ وہّاب (خداوندِ کائنات) نفس کی برائیوں کو روح کی نیکیوں میں بدل دیتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے: (يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ) "اللہ اُن کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔"

مصراع ـــ یہ کلام اصحابِ ابرار کے مقام کا بیان ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ابرار کی نیکیاں، مقربانِ بارگاہ کے نزدیک سیئات کے ہمسر ہیں، اور واصلان کے مقامات میں وہ تنزّل و نقص کے درجے شمار ہوتے ہیں۔ اسی لیے روح کی سیئات بھی الطافِ حق کے حسنات میں بدل دی جاتی ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ) "جنہوں نے نیکی کی اُن کے لیے بہترین بدلہ ہے، اور اُس پر اضافہ بھی ہے۔" اور دانا جان لے کہ یہ "زیادہ" دراصل حسناتِ الطافِ الٰہی ہیں —— یہی رحمت ہے، یہی وصال ہے، یہی قربت ہے، اور اسی پر بقاہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے فضل سے ہے، جس کو چاہے عطا کرے۔

بیت

لطفی نماند کان صنم خوش لقا نکرد　　ماراچہ جرم گر کرمش باشا نکرد

(وہ کوئی لطف نہ چھوڑا جو محبوبِ خوش لقا نے نہ فرمایا؛

اگر اُس نے اپنا کرم ہم پر کیا اور تم پر نہ کیا —— تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟)

اصلِ دہم —رضا

نظم

رَضِيتُ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لِي　　وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَى خَالِقِي

لَقَدْ أَحْسَنَ اللّٰهُ فِيمَا مَضَى　　كَذَٰلِكَ يُحْسِنُ فِيمَا بَقِي

(میں راضی ہوا اُس پر جو اللہ نے میرے لیے تقسیم کیا،　　اور اپنے تمام امور اپنے خالق کے سپرد کر دیے۔

یقیناً جو کچھ گزر چکا اُس میں بھی اللہ نے بہترین احسان فرمایا،　　اور جو باقی ہے اُس میں بھی وہی خوبی و احسان فرمائے گا۔)

راضی ہونے والے پر لازم ہے کہ وہ ماضی و مستقبل دونوں سے آزاد ہو جائے اور سر کوئے حال پر مقیم ہو۔ جو بھی وارد ہو، اُسے محبوب کی طرف سے جانے۔ "کل ما یفعل المحبوب محبوب" یعنی جو کچھ محبوب کرے، وہ محبوب ہی ہے۔ کہ ہر عملِ دوست، دوست کی مانند محبوب ہے۔

رضا کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشاتِ نفس سے نکل کر، حق کی رضا میں داخل ہو۔ احکامِ الٰہی کے سامنے تسلیم ہو، تمام کلی و جزوی امور کو اس ذاتِ مقدر و مدبرِ ازلی کے سپرد کرے، بغیر کسی اعراض یا اعتراض کے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یاد رکھ کہ رضا دراصل محبوب کے افعال و اقوال پر اعتراض ترک کرنے کا نام ہے، اور نفس کی صفائی ہے تاکہ قضاء و قدرِ الٰہی کو بخوشی قبول کیا جائے۔

شعر:

از کوچہ اعتراض دیگر بگذر　　بہشین بسر کوی رضا باقی عمر

(اعتراض کی گلی سے نکل جا،　　اور تمام عمر سر کوئے رضا پر بیٹھ جا۔)

بیت:

بیاوترک رضاو مراد خویش بگو　　بدان صفت کہ رضایت رضای او باشد

(آؤاور اپنی رضاو مراد کو چھوڑ دو،　　یہ جان کر کہ رضا صرف اُس کی رضا میں ہے۔)

یہی کلام نظام عاشق صادق کا ہے:

شعر:

وکلت الی المحبوب امری کلہ　　وان شاء احیانی وان شاء اتلف

(میں نے اپنے تمام امور محبوب کے سپرد کر دیے،　　چاہے وہ مجھے زندہ کرے یا فنا۔)

بیت:

مائیم و مراد یار و تسلیم رضا　　گرمی کند ارمی جلد او میداند

(ہم اور یار کی مراد ایک ہے، اور ہم رضا کے سپرد ہیں،　　اگر محبوب کچھ کرے، وہ جانتا ہے کہ کیوں کرے۔)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تیس برس تک میں وہی کرتا رہا جو دوست کو پسند تھا، اب تیس برس سے دوست وہی کر رہا ہے جو ہمیں پسند ہے۔" رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔)

نظم:

گر ترک رضای خود بگوئی　　یابی زخدا لبی نگوئی

(اگر تم اپنی ذات کی رضا چھوڑ دو،

تو خدا کی رضا کا حصول بہت آسان ہو جائے گا۔)

اور وہ شیر مرد، جو صفات ظلمانیہ سے مردہ ہے، جان لو کہ ہدایتِ الٰہی اور نورِ عنایتِ لامتناہی سے دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے۔

بیت:

چون زندہ شود زندگیش او باشد　　واللہ بخدا کہ مرد نیکو باشد

(جب وہ زندہ ہو جائے، زندگی اُس کی ہو گی،　　اور خدا کی قسم، وہ مرد نیکو ہے۔)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْہَا)

ترجمہ: کیا وہ جو مردہ تھا، ہم نے اُسے زندہ کیا اور اُس کے لیے نور رکھا، جس سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے، گویا وہ شخص تاریکیوں میں ہے اور اُن سے نکلنے والا نہیں۔

یعنی وہ دل جو ظلمانی صفات کی وجہ سے مردہ تھا، ہم اُسے اوصافِ ربانیہ اور الطافِ رحمانیہ سے زندہ کرتے ہیں اور جمالِ ذوالجلال کے انوار سے منور کر دیتے ہیں۔

شعر:

آن زندہ دلی کہ او بحق زندہ بود　　مانند کسی بود کہ او مردہ بود

(وہ دل جو واقعی زندہ تھا،　　ایسا لگتا ہے جیسے کوئی مردہ ہو۔)

بیت:

آن دل کہ از جہل بود مردہ　　ہان! مژدہ کہ شد بہ علم زندہ

(وہ دل جو جہالت کی وجہ سے مردہ تھا،　　مژدہ ہو کہ علم کے نور سے زندہ ہوا۔)

لاجرم بعد از آن، یہ شخص فارسانہ بر مرکب فراست سوار ہوتا ہے، دنیا کے میدان میں جولان کرتا ہے، اور دوسرے انسانوں میں بصیرت و فراست کے ساتھ احوال کا ناظر و افعال کا شاہد ہوتا ہے۔

یہ دل، پانی و گل کی صورت میں بھی ایسا ہی ہے جیسے حقیقتِ نورانیہ ظلمتِ شجرۂ انسانیہ میں موجود ہو، جس شجرہ طیبہ میں کبھی خلا نہ ہو، اس کے اسلامی برگ و ایمانی شکوفے ہمیشہ ثمر بار ہوں، ولایت کے پھل اور نبوت کے میوے عطا کریں۔

شعر:

آن دل کہ چنین بود صفاتش　　بنگر چہ بود حیات ذاتش

(وہ دل جو اس طرح تھا،　　دیکھو کہ اس کی ذات کی حیات کیا تھی۔)

واللہ اعلم بالصواب

خاتمہ ـ فوائد خاموشی سالک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"من صمت نجی" یعنی یعنی جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

نظم

ہر کہ خاموش و با ادب باشد　　در ہمہ حال در طرب باشد

(جو شخص خاموش اور باادب رہے، وہ ہر حال میں راحت و سرور میں رہے۔)

امیر المؤمنین و امام العارفین اسد اللہ الغالب و مطلوب کل طالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: سکوت اللسان سلامۃ الانسان۔ (زبان کا سکوت، انسان کی سلامتی ہے۔)

شعر

گرچہ باشد فصیح و خوش گفتار　　خامشی بہتر است از آن صد بار

(خواہ کوئی کتنا ہی فصیح اور خوش گفتار ہو، خاموشی اُس کی گفتار سے سو درجہ بہتر ہے۔)

اور خاموشی دو قسم کی ہے:

۱۔ زبان کی خاموشی کہ غیر اللہ کی باتوں سے زبان رک جائے۔

۲۔ دل کی خاموشی کہ غیر کی فکر اور تصور سے دل خالی ہو جائے۔

یہ دوسری خاموشی ایسی نعمت ہے جس کی کوئی مثل نہیں۔

DARGAH HAMZA PIR

نظم

بزبان وبدل شدم خاموش تا ہمو گوید و ہمو شنود

(میں زبان اور دل دونوں سے خاموش ہو گیا ہوں، تا کہ وہی (اللہ) بولے اور وہی سنے۔)

اور جس کی زبان تو غیر کی گفتگو سے خاموش ہو مگر دل خاموش نہ ہو، اُس پر پردہ پوشی کی جاتی ہے۔ اور جو دل وزبان دونوں سے غیر کے کلام سے خاموش ہو جائے، اُس پر تجلّیِ پروردگار آشکار ہو جاتی ہے۔

بیت

زبان بہ بند ازین سو وزان طرف بگشا کہ این سخن ز زبانیست کہ بیزبان باشد

(اپنی زبان کو اِس طرف اور اُس طرف سے باندھ دے، اور پھر اُس زبان کو کھول جو اصل میں بے زبان ہے۔)

اور جس کا دل خاموش ہو، اُس کے کلام میں حکمت کے سوا کچھ ظاہر نہ ہو گا۔

شعر

گر زانکہ سخن گوئی ای یار بحکمت گو تا اہل خرد گوید گفتار ترا نیکو

(اے دوست! اگر تو کلام کرے تو حکمت کے ساتھ کر، تا کہ اہلِ عقل تیرے کلام کو اچھا کہیں۔)

اور جو دل وزبان دونوں سے غیر کے کلام سے خاموش نہ ہو، اُس کی سلطنت شیطان کے قبضے میں ہے اور وہ اُس کے حکم کا غلام ہے۔ دل کی خاموشی غیر کے کلام سے مقربان کی صفت ہے جو اہلِ مشاہدہ ہیں۔ سالک کے لیے خاموشی آفات سے نجات ہے اور مقربین کے لیے یہ حالت انس و قرب کا دروازہ ہے۔

جب دل وزبان غیر کے کلام سے خاموش ہو جائیں تو پھر جب بولیں گے تو حق و صواب ہی بولیں گے، کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے بول رہے ہوں گے:

"وما ینطق عن الهوی، إن ہو إلا وحی یوحی"

وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو اُن پر کی جاتی ہے۔

نظم

من کیم تا زبان من گوید　　　سخن از من نگوید الا ہو

(میں کون ہوں جو اپنی زبان سے کچھ کہوں؟ میرے الفاظ دراصل میرے نہیں، وہی (اللہ) کہلواتا ہے۔)

ہو متکلم علی لسانی وہو لسانی　(وہی میرے لسان پر متکلم ہے، اور وہی میری زبان ہے۔)

شعر

چون نغمہ بلبل زبی گل شنوی　　　گل گفتہ بود گرچہ ز بلبل شنوی

(جب تو بلبل کی نغمہ زنی کو گل کے لئے سہتا ہے، تو حقیقت میں یہ خود گل کا کہا ہوا ہے، اگرچہ آواز بلبل کی زبان سے نکلتی ہے۔)

پس صائب اور درست کلام خاموشی کی پیدائش ہے، اور خطا پر مبنی کلام غیر حق کا کلام ہے، جو ہر حال میں خطا ہے۔ غیر سے انس لینا ہر پہلو سے شر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لا خير في كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقة أو معروف أو إصلاح بين الناس"
ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں، مگر وہ جو صدقہ دینے، یا بھلائی کرنے، یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے۔

والسلام علی من اتبع الہدی

سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

جب ختم ہوا بیانِ راہِ وجود

کھلنے لگے اب معانی کے مقصود

یہ حرف نہیں، یہ شرح کا در ہے

آ گے ہے وہ علم جو تھا پسِ پردہ

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

سلوک کا معنی و مفہوم

- لغوی معنی

لفظِ سلوک عربی زبان سے ماخوذ ہے۔ عربی میں "سَلَکَ" کا بنیادی مطلب ہے: کسی راستے پر چلنا، گزرنا یا سفر کرنا۔ قرآنِ مجید میں بھی یہی لغوی پہلو نمایاں ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا" (النحل: 69)

ترجمہ: "تو اپنے رب کے راستوں پر چل جسے اُس نے تیرے لئے آسان کر دیا ہے۔"

یہاں "فَاسْلُكِي" کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سلوک کا اصل مطلب ہے کسی متعین راستے پر داخل ہونا اور اُس پر سفر کرنا۔

- اصطلاحی معنی

اہلِ تصوف کی اصطلاح میں سلوک سے مراد ہے:

"قربِ حق تعالیٰ کے حصول کے لئے باطنی وروحانی سفر۔"

یہ ایسا سفر ہے جو عقل و منطق کی بنیاد پر نہیں بلکہ مجاہدہ، ریاضت، ذکر، فکر، اور کشفی و عیانی تجربات کے ذریعے طے ہوتا ہے۔ اس راستے کا سالک اپنے ظاہر و باطن کو پاکیزہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کی جستجو کرتا ہے۔ اسی بنا پر صوفیاء نے فرمایا ہے کہ سلوک دراصل "باطنی معراج" ہے، جو بندے کو مقامِ عبودیت سے مقامِ قربِ الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔

- لسانی ماخذ و ترکیب

"سلوک" کا مادہ "س-ل-ک" ہے جو کہ عربی زبان میں مختلف ابواب میں استعمال ہوا ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

- ○سَلَکَ الطَّرِیق کا مطلب ہے "راستے پر چلنا"۔
- ○اَسْلَکَہُ الطَّرِیق کا مطلب ہے "میں نے اُسے راستے پر ڈال دیا"۔
-

یعنی یہ لفظ اپنی اصل میں "حرکت، گزر اور سفر" کے معنی رکھتا ہے۔اسی سے صوفیانہ اصطلاح وجود میں آئی کہ جب انسان اپنے باطن کو تزکیہ و تصفیہ کے ذریعے تیار کرتا ہے تو گویا وہ ایک "روحانی سفر" پر نکلتا ہے۔

سلوک: طلب قرب حق تعالیٰ۔ نیز سلوک خدا تک پہنچنے کا راستہ بطریق سیر کشفی عیانی نہ کہ بطریق استدلال۔ اس راستہ پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں۔ وقت خاص میں یاد باری تعالیٰ کا غلبہ جس سے دوسرے خیالات محو ہو جاتے ہیں۔ یہ جناب اللہ ایک کشش ہوتی ہے۔اس حالت کو صفائی مبتدی کہتے ہیں۔ جو پہلی قسم ہے صفائی وقت کی کیونکہ یہ حالت مبتدیوں پر طاری ہوتی ہے۔اس مرتبہ کے صوفی کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ تجلیات کے وارد ہونے سے صفائی متوسط ہے۔ اس مرتبہ کے صوفی کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ شیخ طبیب دل ہر مریض اور اس مرض کو دیکھ کر علاج کرتا ہے۔
سلوک کے طریقے بے شمار ہیں۔

ا۔ طریق اخبار شریعت صوم و صلوٰۃ و تلاوت قرآن و ذکر اور جہاد۔

۲۔ طریق اصحاب مجاہدات و ریاضت اخلاق ذمیمہ اور مجاہدہ اور ریاضت سے اخلاق حمیدہ میں بدل جانا۔

DARGAH HAMZA PIR

- **روحانیت میں حیثیت**

روحانیت میں "سلوک" ایک ایسا بنیادی تصور ہے جس پر پورا نظامِ تصوف قائم ہے۔ اگرچہ ہر دین و مذہب میں روحانی تربیت کے طریقے پائے جاتے ہیں، مگر اسلام میں سلوک کو ایک باضابطہ "راہِ سلوک" کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ راہ، شریعت کی بنیاد پر طے ہوتی ہے اور طریقت کے مجاہدات سے آگے بڑھ کر حقیقت و معرفت تک پہنچاتی ہے۔

صوفیاء کے نزدیک سلوک کی اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کے پردوں کو ہٹاتا ہوا اللہ تعالیٰ کی ذات کے مشاہدے تک پہنچے۔ اس میں ایک طرف "تخلیہ" ہے یعنی دل کو ماسوی اللہ سے خالی کرنا، اور دوسری طرف "تجلّیہ" ہے یعنی دل کو انوارِ توحید سے منور کرنا۔

- **سلوک اور کائناتی نظامِ حرکت**

سلوک کا مطلب چلنے اور گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک ایسا continuous cosmic journey ہے جو کائنات کے ہر ذرے میں جاری ہے۔ اگر ہم modern astronomy کی زبان میں دیکھیں تو کائنات ایک dynamic system ہے، جہاں کوئی ذرہ، کوئی ستارہ، کوئی کہکشاں جامد نہیں۔ سب کچھ perpetual motion میں ہے۔ زمین اپنے axis of rotation پر 1670km/h کی رفتار سے گھوم رہی ہے اور ساتھ ہی 30km/s کی رفتار سے سورج کے گرد revolve کر رہی ہے۔ سورج خود Milky Way Galaxy کے galactic orbit میں 828,000 km/h کی رفتار سے محوِ سفر ہے اور کہکشاں خود intergalactic space میں ایک اور عظیم trajectory پر رواں دواں ہے۔ یہ سب ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ سلوک ایک لازمی قانون ہے، رک جانا possible ہی نہیں۔

DARGAH HAMZA PIR

جب کوئی انسان راہِ سلوک اختیار کرتا ہے تو وہ دراصل اسی universal law of motion کا باطنی عکس بن جاتا ہے۔ جس طرح کوئی celestial body اپنے gravitational path سے ہٹ جائے تو وہ تباہ ہو کر black hole یا کسی دوسرے massive object میں absorb ہو جاتا ہے، اسی طرح سالک اگر شریعت و طریقت کے مدار سے نکل جائے تو اس کا سفر گمراہی میں بدل جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے مدار پر قائم رہے تو جیسے planets اپنی revolution سے time، seasons اور balance پیدا کرتے ہیں، ویسے ہی سالک اپنی روحانی حرکت سے دل کے موسم بدلتا ہے اور اپنے اندر balance اور harmony پیدا کرتا ہے۔

Astronomy بتاتی ہے کہ universe نہ صرف حرکت میں ہے بلکہ expanding theory کے مطابق universe ہر galaxy دوسری سے دور جا رہی ہے۔ یہ expansion دراصل ایک cosmic sulook ہے، ایک endless safar جو کسی final destination کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سالک کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ وہ ہر لمحہ نئی horizons discover کرتا ہے، معرفت کے galaxies اس کے سامنے کھلتے ہیں اور شعور کا universe مسلسل expand ہوتا رہتا ہے۔

ذروں کی دنیا میں بھی یہی اصول ہے۔ Quantum physics کہتی ہے کہ atom کے اندر electrons کبھی static نہیں ہوتے، وہ probability clouds میں ہر لمحہ موجودگی بدلتے ہیں۔ اگر یہ حرکت رک جائے تو matter collapse کر جائے۔ اسی طرح سالک کے اندر بھی اگر سلوک کی حرکت رک جائے تو اس کی روحانی زندگی collapse کر جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب وہ continuous inner motion میں رہتا ہے تو وہ divine order کا حصہ بن جاتا ہے۔

Time کا تصور بھی سلوک کے ساتھ جڑا ہے۔ Modern physics میں وقت کو dimension of motion کہا جاتا ہے، یعنی وقت کی حقیقت حرکت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ زمین کی rotation سے دن ورات، revolution سے سال بنتے ہیں۔ اگر زمین رک جائے تو وقت بھی رک جائے گا۔ یہی حال روحانی سلوک کا ہے، اگر سالک رکے تو اس کے لیے وقت ختم ہو جاتا ہے، ترقی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ لیکن جب وہ چلتا رہتا ہے تو اس کی ہر سانس ایک نئی spiritual time-unit بن جاتی ہے، جیسے cosmic clock ہمیشہ tick کر رہی ہے۔

مزید یہ کہ universe کا ہر particle ایک wave-particle duality کے ساتھ موجود ہے۔ یعنی وہ کبھی موج ہے اور کبھی ذرہ، لیکن دونوں حالتوں میں motion سے آزاد نہیں۔ سلوک بھی ایسا ہی ہے: کبھی موج کی طرح subtle اور لطیف، کبھی ذرّے کی طرح واضح اور محسوس۔ لیکن اصل حقیقت یہی ہے کہ یہ ایک uninterrupted flow ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sustain the Mission of Spreading Love

یوں سلوک کا مفہوم modern science کی زبان میں ایک cosmic synchronization ہے، ایک ایسی harmony جس میں atoms سے لے کر galaxies تک سب کچھ continuous orbit میں ہے، اور انسان کا دل بھی جب divine orbit میں آتا ہے تو وہ کائنات کے ساتھ synchronize ہو جاتا ہے۔ یہی ہے اصل سلوک کہ انسان خود کو اس cosmic symphony کا حصہ سمجھے اور اپنی movement کو divine مقصد کی طرف directed رکھے۔

- مشائخِ کرام کے اقوال

حضرت خواجۂ ہند، خواجۂ خواجگان عطائے رسول، خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے راہِ سلوک کے بارے میں جو ارشادات فرمائے ہیں، وہ روحانی سفر کی اساس اور بنیاد ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

"جب تک آدمی راہِ سلوک میں دنیا و مافیہا اور پھر اپنے تیئیں نہ چھوڑے، وہ اہلِ سلوک میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کی یہ حالت نہ ہو تو سمجھو کہ وہ جھوٹا ہے۔"

یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ سلوک کا پہلا زینہ دنیا اور اس کے علائق سے بے نیازی ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ" (سورۃ آلِ عمران: 185)

یعنی دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔

راہِ سلوک کا سالک اس دھوکے سے خود کو آزاد کرتا ہے۔ جب تک دنیا کی محبت دل میں ہے، اس وقت تک بندہ حقیقت میں مسافرِ الی اللہ نہیں بن سکتا۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دنیا کو اور اپنی ذات کو ترک نہیں کرتا تو وہ سالک ہونے کا دعویٰ جھوٹا کرتا ہے۔ اس میں ایک نہایت باریک نکتہ پوشیدہ ہے کہ ترکِ دنیا صرف مال و اسباب سے الگ ہونے کے ساتھ ساتھ دل کو ان کی غلامی سے آزاد کرنا ہے۔

آگے چل کر آپ نے فرمایا:

"اہلِ سلوک کے مذہب میں کسی پر تعجب کرنا بھی ایک گناہ ہے۔ بلکہ گناہ سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کی جاتی ہے اور تعجب و خودپسندی سے ہزار مرتبہ۔

یعنی خودپسندی سخت ترین گناہ ہے۔"

DARGAH HAMZA PIR

یہ ارشاد دراصل سالک کے باطنی تزکیے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ظاہری اعمال، ذکر و عبادت اور مجاہدات کے باوجود اگر دل میں خودپسندی آ جائے تو سب محنت رائیگاں ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے: "فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ" (سورۃ النجم: 32)

ترجمہ: اپنے آپ کو پاکیزہ مت جتاؤ، وہی بہتر جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

یہاں خواجہ صاحب نے جس "تعجب" اور "خودپسندی" کو بدترین گناہ قرار دیا، وہ دراصل نفس کا ایک ایسا جال ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ عام گناہ انسان کو اللہ کے حضور نادم کرتا ہے اور وہ توبہ کر لیتا ہے، لیکن خودپسندی انسان کو توبہ کی توفیق سے بھی محروم کر دیتی ہے۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ یہ ہزار درجے سخت ہے۔

ایک سادہ مثال سمجھنے کے لیے یوں ہے کہ اگر کوئی مسافر سفر میں گر جائے تو اٹھ کر دوبارہ چل پڑتا ہے، مگر اگر وہ یہ سمجھنے لگے کہ میں کبھی گرتا ہی نہیں اور میرے چلنے میں کوئی نقص ہی نہیں، تو وہ دراصل اپنی راہ کھو بیٹھا۔ یہی کیفیت خودپسندی کی ہے کہ انسان کو اپنی خطا نظر نہیں آتی۔

راہِ سلوک میں دنیا اور نفس کا ترک اس لیے ضروری ہے کہ اصل منزل اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا: "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ" (سورۃ التوبہ: 72)

یعنی اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے۔ جب سالک اپنی ذات اور اپنے نفس کی چاہت کو قربان کرتا ہے تو اس پر وہی راز منکشف ہوتے ہیں جو عام لوگوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کرام نے فرمایا: راہِ سلوک میں سب سے بڑی رکاوٹ "خود" ہے۔ جب تک "خود" قائم ہے، تب تک پردہ قائم ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ :

"میں نے شیخ الاسلام، شیخ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ راہِ سلوک میں یہ بات ہے کہ جو شخص محبت کرے اور محبت کا دعویٰ کرے، وہ دوست (اللہ) کی مصیبت کو خوشی سے سہتا ہے، کیونکہ اہلِ معرفت کے نزدیک دوست کی مصیبت دوست کی رضا ہے۔"

محبت کا حقیقی امتحان تب ہوتا ہے جب دل دوست کی رضا میں مستغرق ہو، چاہے حالات کیسی بھی سخت ہوں۔ جیسے سورج اپنی حرارت ہر حال میں برساتا ہے، اسی طرح دل کو ہر حال میں اللہ کی محبت کی روشنی میں مستغرق رہنا چاہیے۔

حضرت خواجۂ ہند، خواجۂ خواجگان، معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق، جو شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ دوست (اللہ) کی مصیبت کو خوش دلی سے سہتا ہے۔ یہی اصول ہمیں حضور پیرانِ پیر سرکار کی زندگی کے مشاہدات میں بھی نظر آتا ہے۔

DARGAH HAMZA PIR

ایک مشہور واقعہ حضرت پیرانِ پیر، حضرت غوث الاعظم، دستگیر، شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ کے دربار میں ایک مرتبہ بیان ہو رہا تھا اور اچانک ایک شخص آکر عرض کرتا ہے کہ "یا شیخ، آپ کا تجارتی ساز و سامان جس جہاز میں آرہا تھا، وہ جہاز سمندر میں غرق ہو گیا۔" یہ خبر سن کر عام انسان کے دل میں پریشانی اور خوف پیدا ہو جاتا، مگر غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر غور فرمایا، اور پھر بیان جاری کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد وہی شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا: "یا شیخ! جو میں نے پہلے کہا تھا کہ آپ کا جہاز ڈوب گیا، وہ خبر غلط تھی، آپ کا جہاز صحیح سلامت یہاں پہنچ گیا ہے۔" اس خبر کے باوجود حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے دل کی طرف توجہ برقرار رکھی اور بیان جاری فرمایا۔ بعد میں آپ کے اصحاب نے دریافت کیا کہ "یا شیخ! یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ دل کی طرف دیکھ رہے تھے اور ہر خبر، خواہ مصیبت ہو یا خوشی، آپ کے بیان پر اثر نہ کر سکی۔"

آپ نے فرمایا: "میں دیکھ رہا تھا کہ میرا دل غم کی خبر سن کر کہیں اللہ کا ذکر نہ چھوڑ دے، اور خوشی کی حالت میں بھی دل اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائے۔ اسی لیے دل کی طرف توجہ دی، تاکہ دل ہر حال میں اللہ کی محبت اور یاد میں مستغرق رہے۔"

یہ واقعہ راہِ سلوک کے اہم اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے: سالک کی حالت ایسی ہونی چاہیے کہ وہ ہر مشکل، ہر غم اور ہر خوشی میں اللہ کی رضا میں مستغرق ہو۔ جیسے ایک کشتی طوفان میں اپنی منزل کی طرف چلتی ہے، اسی طرح دل بھی زندگی کی مشکلات اور خوشیوں کے دوران اللہ کی محبت کی طرف مستحکم رہنا چاہیے۔ مصیبت میں صبر اور خوشی میں شکر، یہ دونوں کیفیتیں دل کی تربیت اور سلوک کی اصل تعلیم ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے راہِ سلوک کے سلسلے میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بیان کیا کہ:

"اہلِ سلوک نے کہا ہے کہ سلوک کا اصل ریاضت ہے اور اس کا اصل ثمرہ ارادہ۔ غرض یہ ہے کہ بندہ اپنے لیے اہلِ دنیا، دولت منداور بادشاہوں کی صحبت اور خواہشاتِ نفس سے الگ ہو جائے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔"

یہ قول ہمیں راہِ سلوک کے دو بنیادی اصولوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے: ایک، دنیاوی لذتوں اور خواہشاتِ نفس سے خود کو الگ کرنا، اور دوسرا، نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔
سب سے پہلے اس کی تفصیل کرتے ہیں کہ "دولت مند اور بادشاہوں کی صحبت اور خواہشاتِ نفس سے الگ ہونا" کی حقیقت کیا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیار حمۃ اللہ علیہ خود عملی طور پر اس کی بہترین مثال ہیں۔ آپ کا تعلق بادشاہوں یا سیاسی طاقتوروں سے کبھی اپنے ذاتی مفاد یا دنیاوی فائدے کے لیے نہیں رہا، بلکہ آپ کی ملاقاتیں صرف روحانی رہنمائی اور اصلاح کے مقصد کے لیے تھیں۔ آپ نے ہر حال میں یہ سمجھا کہ قلبی سکون اور اللہ کی محبت، دنیاوی شہرت، دولت یا طاقت سے نہیں آتی۔ آج کے دور میں، جہاں سیاست اور دولت اکثر اخلاقی قدروں اور سچائی پر حاوی ہو گئی ہیں، اس نصیحت کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ آج بھی جو شخص اپنے قلب و روح کی حفاظت چاہتا ہے، اسے دنیاوی طاقتوں، سیاست اور خواہشاتِ نفس سے محتاط رہنا ہوگا۔ کیونکہ یہ خواہشات اکثر انسان کو اپنی حقیقت اور اللہ کے قرب سے دور کر دیتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی قرآن میں فرماتے ہیں:
"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ - إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا" (الاسراء: 36)
یعنی علم کے بغیر کسی چیز کا پیچھا نہ کرو، کیونکہ سبب، دیکھنے اور دل کے اعمال کے بارے میں تم سے حساب لیا جائے گا۔ یہ نفس کی خواہشات اور دنیاوی لذتوں کی طرف اشارہ ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

دوسری بات، "نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا" ہے۔ یہ راہِ سلوک کے لیے نہایت اہم اصول ہے۔ نیک لوگوں کی صحبت انسان کے قلب کو پاکیزہ کرتی ہے، ارادے کو مضبوط بناتی ہے، اور نفس کی برائیوں سے بچاتی ہے۔ یہ بھی قرآن مجید میں بیان ہوا ہے:

"وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ" (لقمان: 17)

صبر اور ثابت قدم رہنا ضروری ہے، اور نیک لوگوں کی صحبت اس صبر اور استقامت کا سبب بنتی ہے۔

سالک جب ریاضت و مجاہدات سے آگے نکل جاتا ہے تو کشف و کرامات کے خیالات آتے ہیں لیکن راہِ سلوک میں کرامات دکھانا کسی بھی سالک کے لیے اصل کمال نہیں ہے۔ کرامات اور کشف و کرامت کی باتیں لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتی ہیں، لیکن سلوک کا حقیقی مقصد دلوں میں سکون اور راحت پیدا کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کی دنیا میں انسان عبادت کے دعوے کرنے لگا ہے، اپنے آپ کو پرہیزگار اور نیک ظاہر کرتا ہے، لیکن حقیقت میں وہی انسان دوسروں کی عزت پامال کرنے، دل توڑنے اور نفرت پھیلانے میں کبھی پیچھے نہیں رہتا۔ سلوک کی اس راہ میں اصل کمال یہی ہے کہ سالک دلوں میں سکون پیدا کرے، لوگوں کی فلاح اور راحت کا سبب بنے، اور محبت و خیرات کی روشنی پھیلائے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمودِ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی نے شیخ الاسلام ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا:

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

"یا شیخ! اللہ تعالیٰ کی کون سی راہیں سب سے زیادہ قربِ الٰہی کے لیے موزوں ہیں؟" آپ نے جواب دیا: "موجودات کے ہر ذرّے کی تعداد کے برابر راہیں ہیں، لیکن سب سے نزدیک کی راہ وہ ہے جو لوگوں کے دلوں میں آرام پیدا کرے۔" یہ بیان واضح کرتا ہے کہ راہِ سلوک کا اصل معیار لوگوں کے دلوں کی بھلائی اور سکون ہے، نہ کہ خارقِ عادت کرامات۔

اسی موضوع پر حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت رابعہ بصری کے درمیان ایک واقعہ مشہور ہے۔ ایک مرتبہ دونوں ایک جگہ بیٹھے تھے اور راہِ سلوک پر گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت رابعہ نے پوچھا: "اس راہ میں کامل مقام کس چیز میں ہے؟" حضرت حسن بصری نے جواب دیا کہ یہ اس طرح ہے کہ اگر تو پانی پر چلنے لگے تو تنکا ہے، اگر ہوا میں اڑے تو مکھی ہے، لیکن اگر کسی کے دل کو راضی کرے تو یہ واقعی کچھ ہے۔ اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ دنیاوی مظاہر، حتیٰ کہ قدرتی کشف و کرامات، سلوک میں اصل کمال نہیں، بلکہ دوسروں کے دلوں میں سکون پیدا کرنا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یہ بات آج کی نفسا نفسی اور مادی دنیا میں بھی اپنی بیال رکھتی ہے۔ معاشرہ جتنا ترقی یافتہ اور علم و فنون سے مالامال ہوتا ہے، اتنا ہی لوگ مغرور اور خود غرض ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں سلوک کی راہ کا اصل مقصد یہی ہے کہ سالک اپنے دل کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو قائم رکھے اور دوسروں کے دلوں میں سکون پیدا کرے۔ یہ ایک سادہ سی بات لگ سکتی ہے، مگر تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اس میں بے پناہ حکمت اور روحانیت پوشیدہ ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ نے راہِ سلوک کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

"سلوک کی بنیاد تخلیہ و تجلیہ پر ہے۔ تخلیہ سے مراد ہے اللہ جل شانہٗ کے سوا اور سب چیزوں سے دل کو ہٹا لینا، اور تجلیہ سے مراد ہے نفس کو توحید ربّ الجلال والاکرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، اور نفس کو طرح طرح کی عبادتی مشغولیوں سے ہٹا کر اللہ سے خاص تعلق رکھنا ہے۔

سلوک کی بنیاد، جیسا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، تخلیہ و تجلیہ پر ہے۔ یہ ایک نہایت باریک اور پیچیدہ روحانی حقیقت ہے، جس کا مقصد نفسِ انسانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل متوجہ کرنا اور دنیاوی تعلقات و خواہشات سے آزاد کرنا ہے۔ تخلیہ سے مراد ہے دل و جان سے ہر غیر ضروری چیز کو ہٹانا، ہر اس چیز کو نکالنا جو اللہ تعالیٰ کی قربت میں رکاوٹ بن سکتی ہے، خواہ وہ دنیاوی محبتیں ہوں، نفسانی خواہشات ہوں یا دیگر لوگوں کے ساتھ تعلقات کی غیر ضروری الجھنیں ہوں۔

DARGAH HAMZA PIR

تخلیہ کی یہ فہم قرآن و سنت کی روشنی میں بھی واضح ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ" (الانفال: 28)

یہاں اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مال و اولاد کو دل کی آزمائش اور انسان کے تعلقات کی فتنہ گردانی قرار دیا ہے۔ سالک کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دل کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے، اور اس کے سوا ہر چیز کو دل سے ہٹا دے۔

تجلیہ، تخلیہ کے بعد، نفس کو مثبت سمت میں مائل کرنے کا عمل ہے۔ اس کا مقصد نفس کو اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کے لیے مکمل طور پر وقف کرنا ہے۔ نفس کو عبادات، ریاضات، اور ذکر کے ذریعے اللہ کے ساتھ جوڑنا، تاکہ ہر فعل اس کی رضا کے لیے ہو۔ تجلیہ کے ذریعے سالک دنیاوی فساد و تعلقات کی الجھنوں سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچتا ہے۔

احادیث کی روشنی میں بھی یہی اصول واضح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُكُمْ ذِكْرًا لِي" (سنن الترمذی)

یہ حدیث اس بات کو تقویت دیتی ہے کہ ذکرِ الٰہی اور دل کی صفائی سالک کے لیے سب سے بڑی اصل ہے۔ تخلیہ کے بغیر ذکرِ الٰہی میں استقامت ممکن نہیں، اور تجلیہ کے بغیر دل کی توجہ اللہ کے قرب میں قائم نہیں رہ سکتی۔

آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ سلوک ایک مکمل سفر ہے:

- ○ یہ انسان کو اپنی ذات اور نفس کی دنیا سے نکالتا ہے،
- ○ اسے اللہ تعالیٰ کی قربت اور محبت کی طرف لے جاتا ہے،
- ○ اس کے دل میں امن، محبت اور خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرتا ہے،
- ○ اور اس کے اعمال و اخلاق کو اعلیٰ معیار پر پہنچا دیتا ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

سلوکِ باطن اور سفرِ دروں

یہ سلوکِ باطنی کا وہ درخشندہ باب ہے جسے اہلِ معرفت نے *سفرِ درون* کا نام دیا ہے۔ حقیقت میں یہ سفر نہ زمان و مکان کی منزلوں پر مشتمل ہے نہ زمین و آسمان کے فاصلے اس کی راہ میں آتے ہیں، بلکہ یہ وہ گزرگاہِ خفیہ ہے جو انسان کے دل میں ازل سے ودیعت ہے اور جس کے ذریعے فرد کی روح اُس آفاقی روح سے جا ملتی ہے جسے حضرتِ حق نے اپنے نورِ اول سے پیدا فرمایا۔ صوفیائے کرام نے فرمایا کہ انسانی جان ایک نازک رگ کے ذریعے عالمِ کبیر کی روح سے پیوست ہے، اور اسی رگِ نہاں سے طالبِ حق اپنے وجود کی تہوں میں اُتر کر اصلِ اوّلین تک پہنچتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جسے حضورِ اکرم ﷺ کے اس ارشادِ مبارک میں بیان کیا گیا کہ *"من عرف نفسہ فقد عرف ربہ"*، یعنی جس نے اپنی جان کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔

حضرتِ پیرِ طریقت جب سالک کو منازلِ انسان سے واپس لاتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ انسان کی جان ہی سب کائنات کا مجموعہ ہے، اور جو اس جان کے اندر کا سفر طے کرتا ہے وہ محبوبِ حقیقی کے راستے پر گامزن ہوتا ہے۔ مگر ابتدا میں اسے جان کی طرف سفر کہا جاتا ہے، پھر یہی سفر محبوب تک لے جاتا ہے۔ بادشاہِ ابدی نے ہر دل کی طرف ایک پوشیدہ راہ رکھی ہے، لیکن یہ راہ عام دیدہ و دل سے مخفی ہے۔ جو بندہ اپنے نفس کی اس پوشیدہ گزرگاہ کو پالیتا ہے وہ ابد تک محبوب کا دیدار پاتا ہے۔

یہی تعلیم فلسفۂ نوافلاطون میں بھی یوں ملتی ہے کہ خدا تک پہنچنے کا راستہ دراصل اپنے اندر کی طرف لوٹنے میں ہے، اور اسی لوٹنے کے ذریعے اعلیٰ و مطلق حقیقت تک رسائی ہوتی ہے۔ اس لیے جو شخص اپنے باطن کی طرف سفر نہیں کرتا وہ اپنی حقیقتِ کنہ تک نہیں پہنچ پاتا۔

DARGAH HAMZA PIR

اگر وہ اس سفرِ درون کو پالے تو فرشتے بھی اس کے مرتبے کے مشتق قرار پاتے ہیں، اور یہ درجہ بغیر اس باطنی جستجو کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

حضرتِ ابو سعید ابوالخیر قدس سرّہ نے ایک روز ایک چکّی کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا کہ یہ چکّی میرے لیے بہترین اُستاد ہے۔ یہ کہتی ہے کہ میں دن رات اپنے اندر ہی سفر کرتی ہوں، پاؤں ایک جگہ ٹِکا رہتا ہے مگر میرا پورا جسم گردش میں رہتا ہے، ہر کھردرے کو لے کر نرم و نازک بنا دیتی ہوں۔ اے مردِ کار! تُو بھی میرا سا بن، و گرنہ بیٹھ جا، کیونکہ جس کے اندر محنت کا درد نہیں وہ سالکِ راہ نہیں۔

روح انسانی خود مسافر سے کہتی ہے کہ اگر تو ہر ذرّے کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے تو قمر و ماہی تک سفر کرنے کی ضرورت نہیں، جو کچھ تُو ڈھونڈ رہا ہے وہ سب تیرے اندر ہے۔ تُو ہی اپنی راہ کا پردہ ہے۔ حضرتِ آدمؑ نے بھی ابتدا میں ہر ذرّے کا سفر کیا مگر راستہ نہ پایا یہاں تک کہ اپنے آپ تک لوٹ آئے۔ سالک خواہ آگے پیچھے جتنا سفر کرے، جب تک اپنی اصل نہ پہچانے اپنی حقیقت تک نہیں پہنچتا۔

حضرتِ شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری قدّس سرّہ نے اپنی مثنویات میں اس راز کو تمثیلوں کے قالب میں ڈھالا ہے۔ منطق الطیر کے پرندے جب سیمرغ کی جستجو میں پہاڑ و دشت کی صعوبتیں سہتے ہیں تو آخرکار جانتے ہیں کہ وہ جس کو ڈھونڈتے رہے وہ دراصل اُنہی کی اجتماعی ہستی تھی، سارا عمل اُنہی کا تھا۔

مصیبت نامہ میں مسافر اپنی جان کی گہرائیوں میں تمام موجودات کو دیکھتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس کی ہر حرکت دراصل روح کی ہی حرکت تھی۔ جب روح نے اپنی حقیقتیں آشکار کیں تو مسافر بے خطر اس کے بحرِ ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہوا اور دیکھا کہ دونوں جہان اس کے وجود کے سائے کے سوا کچھ نہیں۔ جتنی جستجو، سوز، وفا، تڑپ اور آہ و نالہ تھے سب بدن کی جانب سے نہ تھے بلکہ روح سے تھے، بلکہ روح سے بھی آگے محبوبِ ازلی سے تھے۔ اسی حیرت میں وہ اپنے آپ سے بیگانہ ہو کر گوشہ نشین ہوا اور جانا کہ ساری تلاش محض ایک تمہید تھی، اصل خزانہ تو اُس کے اندر ہی پوشیدہ تھا۔

یہاں روح نے جواب دیا کہ میں نے تجھے یہ طویل سفر اس لیے کروایا کہ تُو میری قیمت جان سکے۔ جو خزانہ آسانی سے مل جائے اُس کی قدر باقی نہیں رہتی۔ یہی رمز حضرتِ جنید بغدادی قدّس سرّہ کے اُس مکالمے میں ظاہر ہے جب حضرتِ شبلیؒ نے اُن سے معرفتِ الٰہی کا جوہر طلب کیا تو فرمایا کہ اگر یہ گوہر تجھے بیچ دوں تو اس کی قیمت ناپید ہے اور اگر بخش دوں تو تُو اس کی قدر نہ پہچان سکے گا، لہٰذا مجاہدہ و صبر کے بحر میں ڈوب اور وقت کے انتظار سے ہی یہ گوہر حاصل ہو گا۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یہاں پہنچ کر سالک پکار اُٹھتا ہے کہ میں ہی اپنی تلاش کا طالب تھا، میں ہی روشنی کا سر چشمہ تھا، میں ہی ساتوں آسمانوں کی زینت تھا، پھر میں نے باہر کا سفر کیوں کیا؟ میں ایک دنیا کا طواف کرتا رہا مگر اپنی حقیقت کی قدر نہ پہچان سکا۔ کاش میں ایک ذرّے سے اپنے باطن کا سفر کرتا تو سینکڑوں جہانوں تک پھیل جاتا۔ یہ وہ لمحہ ہے جب آیاتِ قرآنیہ کی گونج اس کے دل میں سنائی دیتی ہے:

"سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ" (حم السجدہ 41/53) کہ ہم اپنی نشانیاں اُنہیں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور اُن کی جانوں میں بھی۔

حضرتِ شبلیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک روز وعظ میں کسی نے پوچھا، عارفِ حق کون ہے؟ فرمایا: وہ جو ایک پلک جھپکتے میں دونوں جہانوں کو الٹ دے۔ کسی اور دن یہی سوال ہوا تو فرمایا: عارف وہ ہے جو ایک لمحہ بھی دنیا کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔ کسی نے اس تضاد پر اعتراض کیا تو فرمایا: اُس دن میں میں نہ تھا، وہ تھا؛ آج میں میں ہوں۔ یہ کلام اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی سالک حق میں فنا ہو کر سب کچھ اپنے اندر پاتا ہے اور کبھی اپنی بے بسی میں اپنی عاجزی کو دیکھتا ہے۔

یہی بلند مرتبہ اُس قرآنی آیت میں مضمر ہے جس میں ارشاد ہوا: *"اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ"* (الاحزاب 33/72) کہ ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین پر پیش کی تو وہ اس کو اٹھانے سے عاجز رہے مگر انسان نے اسے قبول کیا۔ مفسرین کرام نے اس امانت کی کئی تفسیریں بیان کی ہیں مگر اہلِ تصوف کے نزدیک یہ معرفتِ الٰہی اور قربِ ربانی کا بار ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ دونوں جہاں کی تخلیق انسان کی خدمت کے لیے ہے، فرشتے اس کے در کے خادم ہیں اور سب فلک اس کے گرد گردش کر رہے ہیں۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

حضرتِ عطارؒ اس رمز کو دل نشیں پیالوں میں بیان کرتے ہیں۔ شاہِ جم کے باورچی خانے میں پتھریلا دیگچہ سونے کی پلیٹ سے کہتا ہے: اگر میں نہ ہوتا تو تو خالی رہتی۔ پلیٹ جواب دیتی ہے: میری وقعت بادشاہ کی حضوری سے ہے، چل صرّاف کے پاس تاکہ فیصلہ ہو کہ کون زیادہ قیمتی ہے۔ یہ حکایت اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ خاک و پانی کے عناصر اپنی جگہ مگر انسان کی اصل عزت اُس نسبت میں ہے جو اسے حضرتِ حق سے میسر ہے۔

آخرِ کار یہی دعوت دی جاتی ہے کہ اے انسان! یہ خاکی لباس تیرا اصل وطن نہیں، اس راکھ کے گھر سے نکل، اپنے اندر کے لعل کو پہچان اور اس بازِ جان کو شاہی دستِ قبول پر بٹھا۔ حضرتِ داوٗدؑ نے جب بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا کہ یہ عالم کیوں پیدا کیا گیا تو ارشاد ہوا: *"کُنتُ کنزاً مخفیاً فأحببت اِن اُعرف"* یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، اس لیے مخلوق کو پیدا کیا۔ پس اگر تجھے اس خزانے کی پہچان کے لیے بلایا گیا ہے تو تُو کیوں خاک کے قفس میں اپنے آپ کو محدود کرتا ہے؟

یوں یہ سفرِ درون اپنی انتہا پر پہنچ کر سالک کو یہ بشارت دیتا ہے کہ اصل معشوق خود اُس کا اپنا جوہر ہے۔ اگر وہ مردانگی کے ساتھ کامِ خداوندی میں استقامت اختیار کرے تو سب کچھ وہی ہے اور محبوب کے گھر کا ہم نشین ہے۔ جو کچھ ہے، وہ اسی کے اندر ہے؛ وہ خود اپنا محبوب ہے، اپنا مقصود ہے۔ یہی وہ لمحۂ فنا ہے جس میں سالک اپنی انانیت کو مٹا کر اپنے آپ کو کائنات کے ساتھ ایک پاتا ہے اور اپنے رب کی بارگاہ میں حقیقی عبدیت کی معراج کو پہنچتا ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mi... Sp...

جب حضرتِ جنیدِ بغدادی قدس سرہٗ کے وصال کا وقت آیا تو اُن کے جسدِ خاکی پر ایک فرشتہ، کبوتری کی صورت میں نازل ہوا اور اہلِ مجلس سے گویا ہوا کہ "یہ ظاہر کا قالب تو ہمارا حصہ ہے، مگر ان کے دل کی امانت محبوبِ حقیقی کے حضور ہے۔ اگر ان کے دل کا ایک ذرّہ بھی آشکار ہو جائے تو وہ دونوں جہانوں کے قفل کھولنے کی کنجی بن جائے۔ بے شمار عوالم کے فرشتے اُن کی خوشبو کے ایک جھونکے کے لیے ترستے ہیں۔"

اسی نکتۂ رفعت کو بیان کرتے ہوئے شیخ فریدالدّین عطّار نیشاپوری رحمۃاللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ وہی فرشتگانِ سحر خوار، یعنی حضرت ہاروت و ماروت علیہما السلام، جو بابل کے کنویں میں سر کے بل معلق ہیں، ایک بالشت نیچے بہنے والے اُس آبِ معرفت کے لیے پیاسے ہیں جس تک اُن کی رسائی نہیں۔

یہ پانی قریب ہی ہے مگر لوگ اپنی غفلت کے باعث اُسے پہچان نہیں پاتے۔ ایک کامل مردِ حق نے ایک اجنبی سے کہا: "تم کیوں اپنے مکان کو مسلسل دھوتے رہتے ہو؟ اس مکان کو کنواں بنادو، مٹی ہٹادو! اگر اس سیاہ خاک کو دور کردو تو اندر کا شفاف چشمہ آپ ہی آپ اُبل پڑے گا۔ پانی تمہارے قریب ہے، محض دو گز گہرائی تک جاؤ تو چشمہ پھوٹ نکلے گا۔" گویا انسان اپنے باطن کے اس خزانے پر قدم رکھے ہوئے ہے مگر پیاسا ہی جان دیتا ہے، گنجِ معرفت اس کے اپنے گھر میں ہے اور وہ دربہ در ٹھوکر کھا رہا ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

قبل ازیں کہ روحِ آدم علیہ السّلام جلوہ گر ہوتی، خود فرشتگانِ مقرب کو خالقِ کائنات کا راستہ معلوم نہ تھا۔ جب حضرتِ آدم علیہ السّلام کا ظہور ہوا تو دونوں جہانوں کی کنجیاں کھل گئیں۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ انسان کا مقام فرشتوں سے بھی بلند ہے، بلکہ وہی اصل حقیقت ہے۔ حاملانِ عرش نے جس عرشِ عظیم کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا دراصل وہ حضرتِ آدم علیہ السّلام کے نورانی دل کا فیضان تھا، کیونکہ آدم ہی دونوں جہانوں کا جامع ہیں۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے: «قلبُ المؤمنِ عرشُ اللہ» یعنی مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

یقیناً انسان ظاہراً مٹھی بھر خاک ہے، مگر اس کا جوہر اس خاک سے کہیں برتر ہے۔ لوگ ایک مٹی کے گھڑے کو ریشمی لباس پہنا کر دور سے دیکھنے والوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ گویا یہ حورِ جہت ہے، مگر جب اُسے بلندی سے نیچے پھینکا جائے تو حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ محض ہوا بھرا برتن تھا۔ اے انسان! آج تو بھی اپنے ظاہر کے اعتبار سے ایسا ہی دلکش پیکر ہے، مگر کل جب قبر کی منزل آئے گی تو یہ پردے ہٹ جائیں گے اور تیرا جوہر اپنی اصلی روشنی کے ساتھ نمایاں ہوگا۔

تیری حقیقت وہ پاکیزہ جوہر ہے جسے اگر فرشتے دیکھ لیں تو دوبارہ تیرے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔ کیا یہ تیرا ہی جوہر نہ تھا جس کے سامنے ملائکہ نے سر نیاز جھکایا؟ کیا تیرے سر پر خلافتِ الٰہی کا تاج نہیں رکھا گیا؟ تُو خلیفۂ خدا کا فرزند ہے، اب اس راکھ زار کو چھوڑ اور گلزارِ معرفت میں قدم رکھ! یوسفِ صدیق علیہ السّلام کی طرح کنویں کی تنگی سے نکل، مصر کی بادشاہی تیری منتظر ہے۔ تیرے اپنے باطن کا سلیمان اگر اپنی انگوٹھی پا لے تو جن وپریاں بھی تیرے حکم کی تعمیل کریں۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

مگر افسوس! تُو اپنی نگاہ کی کجی کے سبب ایک کو دو، دو کو سو سمجھتا ہے۔ حقیقت میں نہ ایک ہے نہ دو، سب کچھ تُو ہی ہے۔ یہ کائنات محض تیرے وجود کا عکس ہے۔ اگر تُو اس حقیقت کو پہچان لے تو جان لے کہ آسمان وزمین تیرے ہی قلبی افق کے ذرات ہیں، اور تیری روح، عرشِ عظیم سے بھی اعلیٰ ہے۔

حضرتِ بایزید بسطامی قدس سرہٗ کے مقامِ فنا و بقا اور معرفتِ حق کے بیان میں بھی یہی روحانی تسلسل جلوہ گر ہے۔ آپ نے اپنے بے شمار ملفوظات میں انسانی جوہر کی عظمت اور اس کے ماورائی مقام کو نہایت بلیغ انداز میں آشکار فرمایا۔

فرمایا: ”یہ سارے عوالم، یہ عرش و فرش، یہ دونوں جہان — سب میں ہی ہوں، کیونکہ میں فنا ہو کر بقا میں ڈھل چکا ہوں۔“ حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ اپنے نفسی وجود کو مٹا دیتا ہے تو یہ عالمِ کون و مکان اس پر معدوم ہو جاتا ہے، تب نہ یہ رہتا ہے نہ وہ، بلکہ سب اُس وحدتِ مطلق میں گم ہو جاتے ہیں۔

ایک عارفِ کامل نے فرمایا کہ خالقِ حقیقی اپنی تمام مخلوقات — ستارے، افلاک، آفتاب و ماہتاب، بحر و بر، پہاڑ و صحرا — سب کچھ تو پرتو کے طور پر دکھا دیتا ہے، مگر انسان کو اُس کی اپنی ”خود“ کا ایک بال تک نہیں دکھاتا، تاکہ وہ اپنے آپ پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ اگر بندے کی نظر اپنے ہی چہرے کے جمال پر پڑ جائے تو وہ محبت کے جوش میں نالہ و فغاں کرنے لگے۔ پس جو کوئی اپنی حقیقت کی خوشبو پانا چاہے، اُسے مجاہدہ و ریاضت کے ریگزار سے گزرنا ہوگا، کیونکہ یہ جہاں در حقیقت تیرے ہی وجود سے معمور ہے اور تو گمان کرتا ہے کہ تیرا ہونا کہیں اور ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اسی سیاق میں حضرتِ بایزید بسطامی قدس سرہٗ کا ایک اور قول نہایت پر اسرار ہے: ”دنیا کے اٹھارہ ہزار عالَم بایزید سے بھرے ہوئے ہیں مگر بایزید خود کہیں دکھائی نہیں دیتا۔“ گویا سب کچھ اُس وحدتِ کلی میں ضم ہو چکا ہے اور فرد کی ہستی فنا ہو کر عینِ حقیقت میں باقی رہتی ہے۔

یہی نکتہ حضرتِ عطّار رحمۃ اللہ علیہ اپنی رمزی حکایات میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ اے سالکِ راہِ حق! اگر تُو اپنے اندر کی آنکھ کھول لے تو دونوں جہاں تیرے قدموں پر نثار ہوں گے۔ جب یہ چشمِ باطن تجھے عطا ہو جائے تو دونوں جہان تیرے اندر گم ہو جاتے ہیں اور تُو اپنے اندر گم ہو جاتا ہے۔

تیری اصل وہ جوہر ہے جو ارض و سما سے برتر ہے۔ اسی لیے قرآنِ کریم میں امانتِ الٰہی کی پیشکش کا ذکر آیا ہے جسے آسمان و زمین نے اُٹھانے سے انکار کیا، مگر انسان نے قبول کیا۔ اس سے مراد وہ معرفت اور قربِ الٰہی ہے جو تیرے اندر بطورِ امانت رکھی گئی ہے۔

یہ باطنی درجۂ کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک ''میں'' اور ''ہم'' کی قید سے نکل کر فنا فی اللہ کے درجے میں قدم رکھے۔ پھر نہ یہ جہان باقی رہتا ہے نہ وہ، سب کچھ اُس ایک ہی حقیقت کا ظہور ہوتا ہے۔ پس جو اپنے وجود کو مٹا دے، وہی بقا کی حقیقت میں باقی رہتا ہے۔ حضرتِ عطّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جب تُو اپنے نفس کے دائرے سے نکل آئے گا تو دونوں جہان تیرا باطن بن جائیں گے اور تُو اُن سب میں محو ہو کر از سرِ نو ایک نئی حیات پائے گا۔''

یہی وہ نکتہ ہے جس پر تمام مشائخِ تصوف متفق ہیں کہ سالک جب ''خودی'' سے بے خود ہوتا ہے تو دونوں عالم اُس پر منکشف ہو کر اُس کے وجود میں ضم ہو جاتے ہیں۔ اُس کی روح عرشِ اعظم کا عکس بن جاتی ہے اور اُس کا دل، وہی دل ہے جس کے بارے میں حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا کہ ''مؤمن کا دل عرشِ خدا ہے''۔ پس اے سالکِ حقیقت! اپنے دل کے سمندر میں اتر اور اپنے سینے کے بحرِ اسرار میں ڈوب جا، کہ تیرے قلب کی ایک بوند میں صد جہان پوشیدہ ہیں، اور تیرے جوہر کی رفعت کے آگے آسمان و زمین کی وسعت محض ایک ذرّہ ہے۔

یہی پیغام حضرتِ بایزید بسطامی قدس سرہٗ، حضرتِ جنید بغدادی قدس سرہٗ، اور حضرتِ عطّار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں مسلسل سنائی دیتا ہے کہ انسان کی حقیقت خاکی پیکر میں مقید ضرور ہے مگر اُس کا جوہر لا مکانی ہے؛ وہ خود اپنے محبوب کا سراغ ہے اور اُس کی اپنی ہستی ہی تمام کائنات کی آئینہ دار ہے۔

ابو سعید قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی روحانی مشاہدات کی ایک حالت میں اٹھارہ ہزار عالم دیکھے جو سراپا حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ کے انوار سے بھرے ہوئے تھے، مگر خود بایزید کا وجود نظر نہ آیا۔ گویا وہ ذاتِ حق میں اس طرح فنا ہو چکے تھے کہ ان کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بندہ اپنے آپ سے محو ہو کر سب کچھ بن جاتا ہے اور پھر بھی اپنی ہستی سے غائب رہتا ہے۔ عالمِ وجود درحقیقت اس کے فیضان سے معمور ہے مگر وہ خود پردۂ عدم میں چھپا رہتا ہے۔

ایک جلیل القدر عارف نے فرمایا کہ خالقِ حقیقی نے تمہارے سامنے اپنی تمام مخلوقات کو ظاہر کر دیا ہے؛ اوپر نیچے، آگے پیچھے، آسمان و زمین، ستارے و سیارے، ماہ و خورشید، سمندر و خشکی، کہسار و ریگزار، لوح و قلم، عرش و کرسی، ملائکہ و کروبیان، شراب و انگور، جنت و حور، مچھلی و ماہتاب، سانپ و چیونٹی—سب کچھ تمہیں دکھا دیا گیا، مگر تمہاری اپنی حقیقت کا ایک ذرہ بھی تم پر آشکار نہیں کیا۔ تمہاری "تُوہیّت" خود تم سے پوشیدہ ہے۔ اگر تمہاری نگاہ اپنے اصل چہرے پر پڑ جائے تو تم اپنی ہی محبت میں فریاد کرنے لگو۔ اگر تم اپنے وجود کی خوشبو پانا چاہتے ہو تو ریاضت و مجاہدہ اختیار کرو، کہ یہ کائنات تم ہی سے لبریز ہے اور تم ہی سے بے خبر۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یہ وہی باطنی نگاہ ہے جو انسان کی اصل مرتبہ کو پہچانتی ہے۔ جب یہ آنکھ کھلتی ہے تو دونوں جہان تمہارے سامنے بچھا دیے جاتے ہیں اور تمہارے اندر سمٹ جاتے ہیں۔ اس لمحے تم اپنی حقیقت کے اُس جوہر کو جان لیتے ہو جو اس عالم و اس عالم سے برتر ہے۔

کسی نے حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے پوچھا: یہ عرش اور زمین، یہ دونوں جہان کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یہ سب میں ہوں، اس لیے کہ میں زندگی پا کر اپنی ذات سے فنا ہو چکا ہوں۔"

جب انسان کی نفسی و جسمانی ہستی ٹوٹتی ہے تو نہ یہ جہان باقی رہتا ہے نہ وہ جہان، مگر وہ حقیقت جو سب کا منبع ہے برقرار رہتی ہے، اور وہ حقیقت خود سالک میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

اسی سلسلے میں بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ کے وہ جری اقوال بھی منقول ہیں جن میں وہ فرماتے ہیں:

کسی نے سوال کیا: ”عرش کیا ہے؟“ فرمایا: ”میں ہوں۔“

پوچھا گیا: ”کرسی کیا ہے؟“ فرمایا: ”میں ہوں۔“

کہا گیا: ”لوح و قلم کیا ہیں؟“ جواب دیا: ”میں ہوں۔“

یہاں تک کہ جب جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام کے دلوں کی بات کی گئی تو فرمایا: ”یہ سب بھی میں ہوں۔“

ایک اور مقام پر آپ نے لبوں پر زبان رکھی اور فرمایا: ”میں شراب پینے والا بھی ہوں، شراب بھی اور ساقی بھی۔“ اور اپنے روحانی معراج کا حال بیان کرتے ہوئے کہا: ”میں تیس ہزار برس وحدانیت کے آفاق میں پرواز کرتا رہا، پھر تیس ہزار برس الوہیت کے بحر میں اور پھر تیس ہزار برس فردانیت کی وسعت میں۔ جب نوّے ہزار برس گزر چکے تو میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب میں ہی تھا۔“

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

جب آپ کے وصال کی شب آپ کے خادم ابو موسیٰ موجود نہ تھے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمانی عرش ان کے سر پر رکھا گیا ہے اور وہ اسے اٹھائے ہوئے ہیں۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کا وصال ہو چکا ہے۔ جب جنازہ اٹھا تو ابو موسیٰ نے جنازے کا ایک کونا پکڑنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوئے، آخر نیچے گھس کر سارا تابوت اپنے سر پر لے لیا۔ اسی وقت خواب یاد آیا اور حضرت بایزید کی روحانی بشارت سنائی دی:

”اے ابو موسیٰ! یہی تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔“

یہ وہ مقامات ہیں جہاں ’’انا الحق‘‘ کے نعرے اور ’’سب کچھ میں ہوں‘‘ جیسے اقوال عشقِ الٰہی کی بے خودی کا بیان ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تاویل یہ فرمائی کہ یہ اقوال حقیقت میں اتحادِ ذاتی کا اعلان نہیں بلکہ عاشق کی سرشاری کے کلمات ہیں، جیسے محبت کی مستی میں عاشق محبوب سے کہتا ہے: ’’میں ہی تو ہوں‘‘۔ جب عقل کا میزان پلٹتا ہے تو سالک جان لیتا ہے کہ یہ سب کچھ حقیقتِ واحد کی تجلی ہے، بندہ اپنی ہستی میں محو ہو کر بھی عبد ہی رہتا ہے۔

ان عارفانہ تجربات کی غایت یہ ہے کہ بندہ ’’میں‘‘ اور ’’ہم‘‘ کی قید سے نکل کر ذاتِ حق کی معرفت حاصل کرے۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ خود اس مقام پر عرض کرتے ہیں: ’’پروردگارِ عالم! میں اپنی انانیت کے ساتھ تیری راہ نہیں پاسکتا۔ مجھے میرے آپ سے نجات عطا فرما۔‘‘ حکم آیا: ’’اے بایزید! تیری رہائی اس میں ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل پیروی اختیار کر۔‘‘

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یوں آخرِ کار وہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ عارف جتنا اپنی ہستی کو مٹاتا ہے اتنا ہی ربّانی جلوے اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ فنا کا کمال یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو مٹا کر باقی باللہ ہو جائے، اور جب یہ بقا نصیب ہوتی ہے تو دونوں جہاں اس کی حقیقت میں گم ہو جاتے ہیں، مگر وہ عبدِ محض رہتا ہے اور اسی میں اس کی ابدی سربلندی ہے۔

تصوف کی اس بلند وادی میں جب سالک اپنی ریاضت و مجاہدے کے ہر مرحلے کو طے کر لیتا ہے تو سب سے نازک اور باریک رکاوٹ اُس کی اپنی اَنانیّت اور نفس کی چالیں ہوتی ہیں۔ انسان جب یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ اپنے رب کے سب سے قریب پہنچ چکا ہے، عین اسی لمحے اس کا نفس اس کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے اور راستہ روک لیتا ہے۔

حضرتِ بایزید بسطامی قدس سرّہٗ کے ایک بلیغ ارشاد میں اس گتھی کا سادہ مگر فیصلہ کن جواب ملتا ہے۔آپ نے ایک خواب میں ربّ کائنات سے سوال کیا:

"اے پروردگار! تیری طرف آنے کی راہ کیا ہے؟"

حکمِ الٰہی ہوا: "اپنے آپ کو چھوڑ دے اور آ جا!" (اُترُک نَفسَکَ وتَعال!)

یہی وہ راز ہے جسے صوفیہ فنا عن الفنا یعنی فنا کی فنا کا نام دیتے ہیں۔ یعنی نہ صرف اپنے وجود کی نفی بلکہ اس نفی کی بھی نفی؛ایک ایسی حالت جہاں ''میں'' کے ہر سراب کا وجود مٹ کر کلیتًا مبدإِازل میں جذب ہو جاتا ہے۔اس فنا کے بعد جو بقا ہے، وہی اصل قرار ہے۔ صوفیہ کی زبان میں یہ وہ مقام ہے جہاں فرع (مشتق) اپنے اصل میں گم ہو کر پھر اپنی کوئی پہچان نہیں رکھتا۔

راہِ سلوک کے مسافر کے لیے اس کے پیر و مرشد کی ہدایت ہے:

"اب ہمیشہ اپنے باطن کا سفر کرو! اگر تم اپنے نفس کی قید سے چھوٹ کر توحیدِ خاص کے حرم میں داخل ہونا چاہتے ہو تو اپنی روحانی ہستی سے بھی آگے بڑھو۔

اب تمہیں محبوبِ حقیقی کا ہمراز بننا ہے۔"

یہی وہ لمحہ ہے جب سفر الی اللہ (اللہ کی طرف سفر) کے بعد سفر فی اللہ (اللہ میں سفر) کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔اس کیفیت کو صوفیہ بقا بعد الفنا کہتے ہیں۔ فنا تو ایک ظاہری زوال ہے، مگر بقا ایک ایسی بلند حیات ہے جس کی تفصیل سے نہ کوئی کہنے والا کچھ کہہ سکا اور نہ کوئی سننے والا کچھ سن سکا۔ عطّار علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں کہ اس مقام کی توصیف کے لیے ایک نیا صحیفہ درکار ہے اور یہ کام تبھی ممکن ہے جب دربارِ الٰہی سے اجازت نصیب ہو۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

شیخ فرید الدین عطّار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے منطق الطیر کے آخری حصے میں فنا اور بقا کے تعلق کو نہایت لطیف انداز میں واضح کیا ہے:

"جو شخص محض مٹ جائے، یہ فنا ہے۔ اور جو فنا کی فنا کو پالے، وہی بقا ہے۔ اگر اس بلند منزل تک پہنچنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے آپ کو نیست کرو، پھر نیستی سے بھی آگے کا سفر اختیار کرو۔ آنکھ بند کر کے پھر کھولو، مٹ جاؤ اور اس مٹنے سے بھی مٹ جاؤ، یہاں تک کہ نیستی کے اُس عالم میں پہنچ جاؤ جہاں فنا کے بعد بقا کی روشنی ہے۔"

اس حقیقت کی تشریح کے لیے عطّار نے ایک دلگداز حکایت بیان کی:

ایک بادشاہ اپنے وزیر کے نہایت حسین و جمیل فرزند سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ ایک شب، جب بادشاہ شراب کے نشے میں تھا، اس نوجوان کو اپنی جگہ موجود نہ پاکر حسد و غیرت سے بے قابو ہو گیا اور قتل کا حکم دے دیا۔ وزیر نے اپنی تدبیر سے نوجوان کو بچالیا۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ کو اپنی حرکت پر شدید ندامت ہوئی۔ چالیس دن تک روتا رہا، کھانا پینا چھوڑ دیا۔ آخر ایک خواب میں اُس نوجوان نے خون میں لت پت ہو کر بادشاہ کو ملامت کی اور خدا کے حضور اس کی شکایت کی خبر دی۔ بادشاہ نیم دیوانہ ہو کر جاگا، مرنے کی آرزو کرنے لگا، حتیٰ کہ وزیر نے اپنے بیٹے کو بادشاہ کے حضور پیش کیا۔ بادشاہ نے جب اُسے زندہ دیکھا تو جو کیفیت اُس پر گزری وہ شاعر کے بقول "اندھے نے دیکھی اور بہرے نے سنی" — یعنی ناقابلِ بیان۔ یہی فنا کی ندامت اور بقا کی غیر مترقب خوشی کی علامت ہے۔

یہ حکایت ہمیں فنا اور بقا کے عام اصطلاحی معانی نہیں دیتی بلکہ ایک باطنی کیفیت کی جھلک پیش کرتی ہے۔ فنا یہاں اپنے قصور کا شعور ہے، ایک ایسی ندامت جو انسان کو مکمل طور پر توڑ دیتی ہے۔ اور بقا وہ بے حساب عنایت ہے جو اس ٹوٹنے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔

شیخ فرید الدین عطّار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مقام کی کوئی حتمی خبر نہ سابقین نے دی نہ لاحقین دے سکیں گے۔

یوں فنا کے کئی درجے ہیں:

- کبھی یہ خودی کے شعور کو معطل کرنے کا نام ہے،
- کبھی محبوبِ حقیقی میں ڈوب جانے کا،
- کبھی قطرے کا بحر میں گم ہونے اور
- کبھی آفتاب میں کرن کے مٹ جانے کا۔
-

اور بقا؟ یہ وہی اصلِ وجود ہے جس کے لیے ساری کائنات عدم کے پردے میں سمٹ جاتی ہے۔ فنا کے بعد موت بھی ایک نئی معنویت پا لیتی ہے۔ یہ اب کوئی مہیب انجام نہیں بلکہ اصلِ وجود میں واپسی ہے—وہ سمندر جس سے ہر قطرہ نکلا اور جس میں واپس جا کر ہمیشہ کے لیے پوشیدہ اور محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہی عطّار کی نگاہ میں بقا ہے: فنا کے بعد کا نیا وجود، ازلی سکون اور سرمدی قرار۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اس آخری منزل پر پہنچ کر انسان زندگی اور موت کے خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ انفرادی ہستی کا مٹ جانا دراصل کائنات کے اس ازلی بحرِ وجود میں جذب ہونا ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک باقی رہے گا۔ یہی وہ حل ہے جس کی تلاش میں عاشقِ حق اپنی ساری مسافتیں طے کرتا ہے اور جس کے بعد نہ سوال باقی رہتا ہے نہ جواب—بس ایک خاموشی، ایک روشنی اور ایک لافانی حقیقت۔

سلوک اور جدید نفسیات/Science

ابتدائیہ: اس باب کی ضرورت کیوں؟

بظاہر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلوک، جو ایک روحانی اور باطنی راہ ہے، اس کا جدید نفسیات (Psychology)، اعصابی سائنس (Neuroscience)، یا کوانٹم فزکس جیسے جدید علوم کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیا یہ دو الگ دنیائیں نہیں ہیں، ایک مسجد و خانقاہ کی اور دوسری تجربہ گاہ (Laboratory) کی؟ لیکن جب ہم گہرائی سے دیکھتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دونوں کا مقصد انسان کو حقیقت سے قریب کرنا اور اس کی اصل توانائی کو منکشف کرنا ہے۔ فرق صرف اصطلاحات اور طریقۂ اظہار کا ہے۔ صوفیاء نے صدیوں پہلے جو کچھ "ذکر، مراقبہ اور مجاہدہ" کے نام سے پیش کیا تھا، آج وہی چیزیں مغرب میں "Mindfulness Meditation"، "Attention Therapy" اور "Self-Actualization" کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ باب دراصل اسی ضرورت کے تحت لکھا جارہا ہے کہ نئی نسل، جو سائنسی اصطلاحات سے مانوس ہے مگر روحانی زبان سے زیادہ قریب نہیں، ان دونوں جہانوں کے درمیان ربط کو آسانی سے سمجھ سکے۔ تاکہ وہ جان لے کہ تصوف محض قصے کہانیوں یا پرانے زمانے کی عبادات کا نام نہیں بلکہ ایک زندہ، ہمہ جہت اور جدید ترین سائنسی تحقیقات سے ہم آہنگ نظامِ فکر اور نظامِ عمل ہے۔

تصوف کی علمی جہت اور تین طریقے

تصوف دراصل اسلام کی باطنی جہت ہے، جو عقائد یا عبادات کے ساتھ ساتھ براہِ راست حقیقت کے ذاتی اور عملی تجربے پر زور دیتی ہے۔ صوفیانہ روایت میں علم کے تین بنیادی طریقے بیان کیے جاتے ہیں:

بیانی طریقہ—جو نصوص کی شرح و تفسیر پر مبنی ہے، یعنی قرآن و حدیث سے براہِ راست استنباط۔

برہانی طریقہ—جو عقلی استدلال اور منطقی برہان کو استعمال کرتا ہے، تاکہ ذہنی و فکری اطمینان حاصل ہو۔

عرفانی طریقہ—جو باطنی کشف، وجدانی بصیرت اور ذاتی روحانی تجربے پر قائم ہے۔

یہ تینوں جہات اس بات کی علامت ہیں کہ صوفیاء نے علم کو ایک ہمہ گیر اکائی کے طور پر سمجھا، اور طبیعیات و مابعد الطبیعیات کو جداگانہ خانوں میں قید نہیں کیا۔ مغربی فکر نے خصوصاً نشاۃ ثانیہ (Renaissance) اور Enlightenment کے بعد مذہب اور سائنس کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کیا، لیکن صوفیاء نے اس کے برعکس ایک ہمہ جہت نظام پیش کیا جس میں مشاہدہ، عقل اور کشف تینوں کو یکجا کر کے حقیقت کا عرفان حاصل کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر ابراہیم بی سید لکھتے ہیں:

"صوفیہ اور طبیعیات دان دنیا کو ایک ہی زاویے سے دیکھتے ہیں؛ دونوں کے نزدیک کائنات ایک دوسرے سے جڑی ہوئی اور باہم مربوط حقیقت ہے، محض ایک مشینی ڈھانچہ نہیں۔"

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

جدید نفسیات اور صوفیانہ سلوک

جدید سائنس، خصوصاً نفسیات (Psychology) اور اعصابی سائنس (Neuroscience) اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کے دماغ اور دل کے سکون کا سب سے بڑا ذریعہ "توجہ" (Attention) اور "یکسوئی" (Mindfulness) ہے۔آج مغرب میں جو "Mindfulness" "Meditation" کی تحریک ہے، وہ دراصل صوفیاء کے مراقبے اور ذکر کی ایک سادہ اور محدود صورت ہے۔

تحقیقات یہ بتاتی ہیں کہ جب انسان اپنی توجہ ایک نقطے پر مرکوز کرتا ہے، چاہے وہ اللہ کا ذکر ہو یا سانس کے بہاؤ پر دھیان، تو دماغ کے اندر Stress Hormones (Cortisol وغیرہ) کم ہو جاتے ہیں اور Happiness Hormones (Serotonin, Dopamine, Endorphins) بڑھنے لگتے ہیں۔یہی وہ کیفیت ہے جسے قرآن نے بیان فرمایا:

"اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ" (یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دل سکون پاتے ہیں)۔

یہی اصول صوفیاء کے "ذکرِ جہری"، "ذکرِ خفی" اور "مراقبہ" کی بنیاد ہے۔

کوانٹم فزکس اور صوفیانہ تصورِ نور

جدید quantum physics اور cosmology نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے میں ایک Invisible Energy (غیر مرئی توانائی) کارفرما ہے۔مادہ بذاتِ خود جامد نہیں ہے توانائی کے مسلسل ارتعاش (Vibrations) کا ایک جال ہے۔صوفیاء اسی کو "نورِ حق" یا "فیضِ ربانی" کہتے ہیں۔

جب سالک ذکر اور مراقبہ کرتا ہے تو وہ اپنے اندر کی توانائی کو کائنات کے اس مرکزی نور سے ہم آہنگ کر لیتا ہے۔ سائنس اسے Resonance یا Synchronization کا نام دیتی ہے، جبکہ تصوف اسے "وصال" یا "فنافی اللہ" کہتا ہے۔ یوں جو بات سائنس ذروں اور لہروں کی زبان میں بیان کرتی ہے، صوفیاء اسے دل اور روح کی زبان میں بیان کرتے ہیں۔

Self-Actualization اور معرفتِ نفس

نفسیات کی جدید اصطلاح "Self-Actualization" ہے، یعنی انسان کا اپنی اصل صلاحیت تک پہنچنا اور اپنی حقیقت کو پہچان لینا۔ مغرب میں اسے انسانی ارتقاء کی بلند ترین منزل سمجھا جاتا ہے۔
لیکن صوفیاء کرام نے صدیوں پہلے فرمایا: "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ"
(جس نے اپنی حقیقت کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)۔
یہی معرفتِ نفس ہے، جو دراصل معرفتِ رب کی پہلی سیڑھی ہے۔ مغرب کے ماہرینِ نفسیات جیسے Abraham Maslow نے اسے انسانی ترقی کی چوٹی قرار دیا، جبکہ صوفیاء نے اسے سلوک کا نقطۂ آغاز بنا دیا۔

دماغ اور دل کی ہم آہنگی (Brain-Heart Coherence)

انسانی وجود میں دماغ اور دل کی بنیادی ہم آہنگی ایک اہم پہلو ہے، جس پر جدید اعصابی سائنس (Neuroscience) نے شدید توجہ دی ہے۔
تصوف میں یہ موضوع صدیوں پہلے سے موجود تھا، جس میں دل کو وہ عضو قرار دیا گیا جو نہ صرف محسوس کرتا ہے بلکہ حقیقت کو جانچ اور پرکھ بھی سکتا ہے۔

جدید علوم میں دیکھا گیا ہے کہ دل کا برقی میدان (Electromagnetic Field of the Heart) دماغ کے برقی امواج کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے، اور اس ہم آہنگی (Coherence) کے نتیجے میں نہ صرف جسمانی سکون حاصل ہوتا ہے بلکہ شعوری اور لاشعوری ذہنی کارکردگی بھی بڑھتی ہے۔

صوفیانہ تعلیم میں یہ وہ مقام ہے جہاں ذکر اور مراقبہ عملی حیثیت اختیار کرتے ہیں۔ جب سالک اپنے دل کی دھڑکن کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے اللہ کے ذکر یا سانس پر توجہ مرکوز کرتا ہے، تو دماغ میں Prefrontal Cortex اور Amygdala کے افعال میں واضح تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ یہ وہی عوامل ہیں جو عصبی دباؤ (Stress) کو کم کرتے اور خوشی کے ہارمونز (Serotonin, Dopamine) کو بڑھاتے ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ قلبی شعور (Heart Awareness) صوفیاء کی اصطلاح میں دل کی پاکیزگی اور ہم آہنگی ہے، جبکہ neuroscience میں یہ Heart-Brain Coherence کے طور پر جانا جاتا ہے۔ دونوں زبانیں مختلف ہیں لیکن حقیقت ایک ہی ہے: انسان کے اندرونی شعور اور جسمانی نظام کے درمیان ہم آہنگی، زندگی کے حقیقی سکون اور معرفت کی بنیاد ہے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

Neuroplasticity اور ذکر کی طاقت

جدید نفسیات اور neuroscience نے یہ تسلیم کیا ہے کہ دماغ کی ساخت لچکدار (Plastic) ہے، اور مسلسل توجہ اور مشق سے اس کی نیورونل کنکشنز میں تبدیلی ممکن ہے۔ اس نظریے کو Neuroplasticity کہتے ہیں۔ تصوف میں یہ حقیقت صدیوں سے موجود تھی، جسے وہ مراقبہ، ذکر اور ریاضت کے ذریعے حاصل کرتے تھے۔

صوفیاء کے نزدیک ذکر اور مراقبہ روحانی مشقوں کے ساتھ ساتھ دماغ اور دل کی ایک مربوط تربیت ہیں۔ جب انسان مسلسل ذکر کرتا ہے یا ذہن کو ایک نقطے پر مرکوز کرتا ہے، تو وہ اپنے ذہنی نمونوں (Mental Patterns) کو تبدیل کرتا ہے، غیر ضروری فکر اور جذباتی اضطراب (Emotional Stress) کم کرتا ہے، اور شعور کی گہرائی میں اضافہ کرتا ہے۔ Neuroscience اس کو اس طرح بیان کرتی ہے کہ hippocampus اور prefrontal cortex میں synaptic plasticity بڑھتی ہے، یعنی یادداشت، فیصلہ سازی، اور احساسات کے انتظام میں بہتری آتی ہے۔

یہیں پر تصوف اور جدید سائنس کا ملاپ واضح ہوتا ہے: صوفیاء نے دل اور دماغ کے ارتقاء کے لیے عملی طریقے وضع کیے، جبکہ neuroscience آج انہی عملوں کے میکانزم کو سائنسی زبان میں بیان کر رہی ہے۔ اس بات کا مطلب ہے کہ صوفیانہ مراقبہ ایک سائنسی تجربہ بھی ہے، جو انسان کے دماغی اور جذباتی نظام کو مثبت طور پر تبدیل کرتا ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

Altered States of Consciousness اور Mystical Experience

تصوف میں سالک کی زندگی کا اہم مقصد Altered State of Consciousness تک پہنچنا ہے، جسے وہ "حالاتِ روحانی" یا "حالاتِ وجدانی" کے نام سے جانتے ہیں۔ جدید نفسیات میں اس کے مترادف اصطلاحات ہیں: Mystical Experiences، Transcendental States، اور Flow States۔

سلوک کے دوران سالک کے شعور کے مختلف درجات سامنے آتے ہیں، جن میں دنیاوی فکر و اضطراب کم اور داخلی روشنی یا Divine Awareness زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

Neuroscience کے تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے Altered States میں (Default Mode Network (DMN کی سرگرمی کم ہو جاتی ہے، جو کہ خود شناسی، Ego Activity اور فکری اضطراب سے متعلق ہے۔ تصوف میں یہی مرحلہ فنافی اللہ یا وصل کے نام سے جانا جاتا ہے، یعنی خودی کی کمزوری اور کائنات کی وحدت کا شعور۔

Quantum Physics کے نقطہ نظر سے بھی یہ قابل غور ہے کہ شعور کو صرف دماغی عمل تک محدود نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ ایک وسیع توانائی کے جال میں شامل ہے۔ اسی طرح صوفیاء نے اسے "نورِ حق" اور "فیضِ ربانی" کے ساتھ ہم آہنگی قرار دیا۔ Altered States میں انسان نہ صرف اپنے اندرونی وجود کو محسوس کرتا ہے بلکہ کائنات کے بنیادی اصولوں سے بھی جڑتا ہے، جو کہ Quantum Entanglement اور Energy Fields کے نظریات سے مطابقت رکھتا ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

کائنات کی ساخت اور صوفیانہ Cosmology

صوفیانہ فکر میں کائنات کو محض مادی مظاہر کے مجموعے کے طور پر نہیں دیکھا گیا بلکہ اسے ایک مربوط نظام کے طور پر تصور کیا گیا، جس میں ہر ذرے، ہر توانائی کا تعلق ایک مرکزی حقیقت سے ہے، جسے صوفیاء "نورِ حق" یا "فیضِ ربانی" کہتے ہیں۔ جدید Cosmology بھی اس تصور سے ہم آہنگ ہے، جو بتاتی ہے کہ کائنات میں ہر ذرے کی توانائی اور ہر ذرے کا برقی یا کوانٹم فیلڈ ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ Quantum Field Theory اور String Theory کی تحقیق یہ ظاہر کرتی ہے کہ مادہ کے سب سے بنیادی ذرے بھی خالی خلا میں توانائی کے ارتعاشات ہیں، اور یہ ارتعاشات Universe کے تمام مظاہر کے لیے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

صوفیاء کے نزدیک کائنات میں ہر چیز انسان کی اندرونی کائنات کا عکس ہے۔ جب سالک اپنے باطنی وجود میں غوطہ زن ہوتا ہے، وہ اسی کائناتی وحدت کی طرف بڑھتا ہے، اور ہر عمل، ہر سوچ، ہر احساس میں کائنات کی نمائندگی دیکھتا ہے۔ یہ وہی نظریہ ہے جسے Modern Physics میں "Observer Effect" کہا جاتا ہے، یعنی مشاہدہ کرنے والا خود بھی مظاہر کی تشکیل میں کردار ادا کرتا ہے۔ صوفیانہ Cosmology اور Quantum physics میں یہ مطابقت انسان کے شعور اور کائنات کے درمیان ایک گہرا رشتہ ظاہر کرتی ہے، جو سلوک کے مقصد کی بنیاد ہے۔

Self-Actualization اور معرفتِ نفس

جدید نفسیات میں Self-Actualization کا مفہوم Maslow کی Hierarchy of Needs سے جڑا ہوا ہے، جو انسان کی ترقی کی اعلیٰ ترین منزل بیان کرتا ہے۔ صوفیاء نے اس تصور کو صدیوں پہلے بیان کیا تھا، لیکن وہ اسے روحانی اصطلاحات میں بیان کرتے ہیں: "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ"۔ صوفیانہ Self-Actualization میں انسان اپنے باطنی وجود کو پہچانتا ہے، اپنے خواص، توانائی، اور شعور کے مختلف درجے دریافت کرتا ہے، اور اسی کے ذریعے اپنی اصل صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ جدید Psychology بھی یہی کہتی ہے کہ جب انسان اپنے اندرونی Potential کو پہچانتا ہے، تو وہ نہ صرف ذہنی سکون حاصل کرتا ہے بلکہ اپنی تخلیقی اور اخلاقی صلاحیتوں کو بھی فروغ دیتا ہے۔ Neuroscience کے مطابق یہ عمل Prefrontal Cortex، Anterior Cingulate Cortex، اور Default Mode Network کے ہم آہنگ فعالیت سے ممکن ہوتا ہے، جس سے Self-Reflection، Emotional Regulation، اور Insight میں اضافہ ہوتا ہے۔

انسان کی زندگی دراصل ایک سفر ہے — اندر سے باہر اور باہر سے اندر۔ جدید نفسیات اور اعصابی سائنس نے اس سفر کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے: Attention، Focus، Mindfulness، Neuroplasticity، Altered States of Consciousness۔ مگر یہی بات صوفیاء کرام نے صدیوں پہلے ذکر، مراقبہ، اور سلوک کے نام سے واضح کر دی تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ سائنس تجربہ گاہ میں اس کے آثار کو ناپتی ہے اور صوفی خانقاہ میں اس کے ذائقے کو چکھتا ہے۔

یہ وہ نکتہ ہے جسے نئی نسل کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آج کا نوجوان جو Mobile Notifications، Social Media کی دنیا اور تیز رفتار زندگی کے شور میں جکڑا ہوا ہے، وہ اکثر یہ سوال کرتا ہے کہ صوفیانہ سلوک کی باتیں اس کی زندگی میں کس طرح مددگار ہو سکتی ہیں؟ لیکن اگر وہ دیکھے تو حقیقت یہ ہے کہ سلوک کی ہر تعلیم اسی کے لیے ہے۔

مثال کے طور پر، جدید انسان کی سب سے بڑی مشکل Distraction ہے۔ دماغ ایک وقت میں ہزاروں خیالات میں الجھا رہتا ہے، اور اس کا نتیجہ ہے Anxiety اور Depression۔ سائنس کہتی ہے کہ اس کا علاج Focus اور Mindfulness ہے، جبکہ صوفیائے کرام نے فرمایا:
"ذکر میں لگے رہو تاکہ دل کو سکون ملے۔"

اسی طرح جدید انسان کی دوسری بڑی ضرورت ہے Connection — یعنی تعلق۔ وہ Social Media پر ہزاروں دوست بناتا ہے مگر اندر سے تنہائی کا شکار ہے۔ تصوف کہتا ہے کہ اصل تعلق انسان کا اللہ سے ہے، اور جب وہ اس تعلق کو پہچان لیتا ہے تو باقی تمام تعلقات اپنی جگہ درست ہو جاتے ہیں۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission of Spreading Love

تیسری ضرورت ہے Self-Discovery۔ نوجوان یہ جاننا چاہتا ہے کہ میں کون ہوں، میری اصل کیا ہے، اور میں اس کائنات میں کہاں کھڑا ہوں۔ سائنس اس سوال کو Neuroscience اور Psychology کے تجربات سے دیکھتی ہے، لیکن صوفیاء نے بڑی سادگی سے کہا:

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ"

(جس نے اپنے آپ کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا۔)

یہ وہ پیغام ہے جو تصوف اور جدید نفسیات دونوں ہمیں دیتے ہیں: انسان اپنے اندر جھانکے، اپنے شعور کو وسعت دے، اور حقیقت کے ساتھ جڑ جائے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ سلوک صرف چند مخصوص افراد کا سفر نہیں، یہ ہر انسان کا فطری راستہ ہے۔ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی روح پاک اور شفاف ہوتی ہے، لیکن دنیا کے اثرات، نفسیاتی دباؤ اور خواہشات اسے دھندلا دیتے ہیں۔ سلوک دراصل اس پردے کو ہٹانے کا عمل ہے۔ جدید سائنس کہتی ہے کہ دماغ اپنے Connections کو مسلسل بدل سکتا ہے، یعنی انسان اپنی شخصیت اور عادات کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ صوفیاء یہی بات اپنے انداز میں کہتے ہیں: "توبہ کرو، مجاہدہ کرو، ذکر کرو، تاکہ دل کا آئینہ صاف ہو جائے۔"

یہی ربط اس باب اور رسالہ سلوک کے درمیان ہے۔ یہ باب بتاتا ہے کہ سلوک کوئی پرانی روایت نہیں بلکہ آج کے دور میں بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا پہلے تھا۔ اور رسالہ سلوک اس راستے کا نقشہ ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ سالک کس طرح قدم بہ قدم اپنی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔

DARGAH HAMZA PIR

اگر جدید نفسیات ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ دماغ کو سکون کے لیے Focus درکار ہے، تو رسالہ سلوک ہمیں بتاتا ہے کہ وہ Focus ذکر میں کیسے حاصل کیا جائے۔ اگر Quantum Physics ہمیں یہ بتاتی ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے میں توانائی کا ایک جال ہے، تو رسالہ سلوک ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ وہ توانائی دراصل نورِ حق ہے اور سالک اس سے کیسے ہم آہنگ ہو سکتا ہے۔ اور اگر Psychology ہمیں Self-Actualization کی چوٹی دکھاتی ہے، تو رسالہ سلوک ہمیں اس چوٹی کے پار کا منظر دکھاتا ہے، جہاں Self-Actualization معرفتِ رب میں بدل جاتی ہے۔

یوں اس باب کا اختتام ایک نئے دروازے کی طرف اشارہ کرتا ہے: سلوک اور جدید سائنس کے درمیان فاصلہ نہیں، ایک ہم آہنگی ہے۔ سائنس عقل کو مطمئن کرتی ہے، اور سلوک دل کو روشن کرتا ہے۔ اور جب عقل اور دل دونوں ایک ساتھ چلتے ہیں تو انسان اپنی حقیقت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

یہی رسالہ سلوک کا مقصد ہے، اور یہی اس باب کا حاصل:
نئی نسل کے لیے یہ پیغام کہ سلوک صرف خانقاہ کی بات نہیں، بلکہ آج کے انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

خلاصہ و نتائج

رسال سلوک کی تحقیق و ترجمہ کے بعد اب ہم اس کے اس حصے پر پہنچے ہیں جہاں ضروری ہے کہ پورے علمی و فکری مباحث کو ایک ربط کے ساتھ سمیٹ کر ان کے نتائج کو بیان کیا جائے۔ تحقیق کی دنیا میں یہ اصول مسلم ہے کہ کوئی بھی علمی کاوش اس وقت تک مکمل نہیں سمجھی جاتی جب تک اس کے مرکزی نکات کو ایک تسلسل کے ساتھ بیان نہ کیا جائے اور یہ واضح نہ کیا جائے کہ اس مطالعے سے ہمیں کیا نیا فہم، کیا علمی اضافہ اور کیا عملی رہنمائی حاصل ہوئی۔ یہی مقصد اس باب کا ہے کہ ہم رسال سلوک کو ایک مجموعی تناظر میں دیکھیں اور اس سے وہ سبق اخذ کریں جو آج کے انسان کے لئے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا صدیوں پہلے تھا۔

سب سے پہلی حقیقت جو اس رسالے سے نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے انسانی روح کے سفر کو ایک واضح اور مربوط طریقے سے بیان کیا۔ یہ سفر ایک شخصی یا داخلی تجربہ نہیں ہے بلکہ ایک پوری انسانیت کے لئے ایک آفاقی حقیقت ہے۔ سالک کی راہ میں آنے والے مراحل، نفس کے حجاب، عقل کی حدود، کشف و شہود کی حقیقت اور ذکر و ریاضت کی افادیت —— یہ سب مضامین کسی جزوی اور سطحی انداز میں نہیں ایک ہمہ گیر نظام کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ یوں یہ رسالہ ہمیں بتاتا ہے کہ سلوک دراصل ایک ایسا منظّم عمل ہے جو انسان کی تمام جہات کو محیط کرتا ہے؛ اس کا ظاہر، اس کا باطن، اس کا جسم، اس کی روح، اس کا شعور اور اس کا تحت الشعور —— سب اس عمل کا حصہ ہیں۔

یہاں ایک نہایت اہم نتیجہ یہ بھی سامنے آتا ہے کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے نزدیک شریعت اور طریقت کا رشتہ ناقابلِ انفصال ہے۔ بعض حلقے یا تو شریعت کو صرف ظاہر کی سطح پر محدود کرتے ہیں یا پھر طریقت کو محض وجدانی کیفیات تک سمجھے بیٹھے ہیں، لیکن اس رسالے میں بار بار یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ ظاہر اور باطن لازم و ملزوم ہیں۔ شریعت کے بغیر طریقت گمراہی ہے اور طریقت کے بغیر شریعت ایک بے روح ڈھانچہ ہے۔ یہی بات اس رسالے کو اسلامی روحانیت کی مستند روایت میں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔ اس نتیجے کا ایک عملی پہلو یہ بھی ہے کہ آج کے دور میں جب دین کو محض ظاہری اعمال یا صرف فلسفیانہ نظریات میں محدود کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے، رسالہ سلوک ہمیں ایک متوازن راہ دکھاتا ہے جس میں ظاہر و باطن کی ہم آہنگی کے بغیر کوئی حقیقی ترقی ممکن نہیں۔

ہماری تحقیق کا پہلا اہم حصہ "سلوکِ باطن اور سفرِ درون" کے عنوان سے سامنے آیا۔ اس حصے میں یہ واضح کیا گیا کہ تصوف دراصل ایک نظری فکر یا اخلاقی تعلیم کے نام کے ساتھ ساتھ ایک عملی اور داخلی سفر ہے۔ انسان اپنے باطن میں جب جھانکتا ہے تو اسے اپنے نفس کے مختلف پہلو، خواہشات کے پردے اور روحانی مدارج سامنے آتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم نے نہ صرف صوفیاء کرام کے اقوال اور مجرب تجربات کو پیش کیا بلکہ ان مراحل کو ایک مربوط ترتیب میں رکھا تاکہ سالک کو یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ یہ سفر محض چند دن یا ہفتوں کا نہیں بلکہ پوری زندگی پر محیط ہے۔

اس حصے سے جو نتیجہ برآمد ہوا وہ یہ تھا کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے انسان کو اپنے نفس کی تہذیب اور دل کی صفائی ناگزیر ہے۔ قرآنِ مجید کا یہ اصول: "قد افلح من زکاھا وقد خاب من دساھا" اس پورے مضمون کا مرکزی نکتہ رہا۔

DARGAH HAZARA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اس کے بعد ہم نے ایک بالکل نیا باب قائم کیا جس کا عنوان ہے "سلوک اور جدید نفسیات"۔ بظاہر یہ دونوں میدان الگ الگ دکھائی دیتے ہیں؛ ایک روحانیت اور باطن کا، دوسرا سائنس اور تجربہ گاہوں کا۔ مگر ہم نے اس تحقیق میں یہ دکھایا کہ دونوں کا مرکز ایک ہی ہے: یعنی انسان اور اس کا شعور۔ جدید نفسیات خصوصاً Neuroscience اور Psychology اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کے ذہن کو سکون اور یکسوئی تب ہی نصیب ہوتی ہے جب وہ اپنی توجہ کو قابو میں لاتا ہے۔ یہی حقیقت صوفیاء کے ہاں "ذکر" اور "مراقبہ" کے نام سے صدیوں سے موجود ہے۔

اس مضمون کا اہم نتیجہ یہ نکلا کہ تصوف اور سائنس دونوں ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ تکمیل کرتے ہیں۔ سائنس جن phenomena کو "Attention, Mindfulness, Dopamine release, Resonance" جیسے الفاظ میں بیان کرتی ہے، صوفیاء انہیں "یادِ الٰہی، سکونِ قلب اور فیضِ ربانی" کے نام سے پکارتے ہیں۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اسی سلسلے میں ہم نے ایک اور اہم ربط قائم کیا جو کہ کوانٹم فزکس اور تصوف کے بیچ ہے۔ کوانٹم تھیوری نے یہ حقیقت منکشف کی کہ کائنات کا بنیادی ڈھانچہ جامد مادہ نہیں بلکہ ایک Invisible Energy Field ہے جو ہر شے کو جوڑے ہوئے ہے۔ یہی وہ بات ہے جسے صوفیاء کرام نے "نورِ حق" اور "وحدت الوجود" کے استعاروں میں بیان کیا۔ ہماری تحقیق نے اس نتیجے کو نمایاں کیا کہ جدید فزکس اور تصوف دراصل ایک ہی حقیقت کے دو زاویے ہیں؛ ایک اسے تجربہ گاہوں میں دریافت کرتا ہے، دوسرا قلبی کشف و شہود کے ذریعے۔

مزید یہ کہ ہم نے "سلوک اور معرفتِ نفس" کو ایک مستقل حصہ بنایا۔ یہاں یہ بات واضح ہوئی کہ مغرب میں جو اصطلاح "Self-Actualization" کے نام سے رائج ہے، وہی حقیقت صوفیاء نے صدیوں پہلے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" کی شکل میں بیان کی۔

ہماری تحقیق کا نتیجہ یہ نکلا کہ حقیقی خود شناسی دراصل خدا شناسی کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان اپنی اصل حقیقت کو تبھی پہچان سکتا ہے جب وہ اپنے ظاہر سے باطن کی طرف، اور باطن سے اس اصل نور کی طرف سفر کرے جس سے اس کی روح کو فیض ملا ہے۔

ان تمام مضامین کو سمیٹنے کے بعد یہ واضح ہوا کہ رسالہ سلوک ایک ایسا زندہ نظامِ فکر ہے جو ہر دور میں نئی معنویت کے ساتھ سامنے آ سکتا ہے۔ آج کے دور میں جب انسان نفسیاتی دباؤ، وجودی بے سمتی اور مادیت پرستی میں الجھا ہوا ہے، یہ رسالہ اسے وہی پیغام دیتا ہے جو صدیوں پہلے دیا گیا تھا: اپنے اندر کا سفر کرو، اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے روشن کرو، اور اپنی روح کو حقیقتِ مطلقہ کے ساتھ ہم آہنگ کرو۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

ماخذ و مراجع

- اَسرار التّوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید — مرتبہ : محمد رضا شفیعی کدکنی
- تاریخ نامہ دکھنی — مخطوطہ، مصنفہ : حسن
- تاریخِ فرشتہ — ابو القاسم ہندو شاہ فرشتہ
- تذکرۃ الاولیاء — حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ
- تکوین العقل العربی — مصنف : محمد عابد الجابری
- جوامع الکلم (ملفوظات خواجہ گیسو دراز سید محمد حسینی قدس سرہ) — مولف : حضرت سید محمد اکبر حسینی
- دربارِ اکبری
- دلیل العارفین — ملفوظات حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی قدس سرہ
- دیوانِ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
- رسالہ تلاش — فارسی، مطبوعہ تہران
- رہروانِ طریقت و عرفان — مرزا محمد باقر سلطان گنا بادی
- راحت القلوب — ملفوظات حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ
- سیر الاولیاء — حضرت سید مبارک کرمانی چشتی قدس سرہ
- فرہنگِ تصوف
- فوائد السالکین — ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہ

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

ماخذ و مراجع

- مراۃ الاسرار — حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی قدس سرہ
- مصیبت نامہ — حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ
- مفتاح العاشقین — ملفوظات حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہ
- مقدمہ دیوانِ شاہ نعمت اللہ ولی — استاد سعید نفیسی
- مجمع الرسائل — مخطوطہ، کتب خانہ آصفیہ، سٹیٹ سینٹرل لائبریری، حیدآباد دکن
- مجمع الفصحاء — رضا قلی خان ہدایت طبرستانی
- مکتوبات حضرت خواجہ گیسو دراز سید محمد حسینی قدس سرہ
- مشکوٰۃ النبوۃ — حضرت سید غلام علی قادری قدس سرہ
- منطق الطیر — حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ

DARGAH HAMZAPIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

ماخذ و مراجع

- Al-Ghazali: On Disciplining the Soul — Shaykh Abdal Hakim Murad
- Altered Traits — Daniel Goleman & Richard J. Davidson
- Flow: The Psychology of Optimal Experience — Mihaly Csikszentmihalyi
- Islamic Perspectives in Science and Technology — Dr. Ibrahim B. Syed
- Mystical Dimensions of Islam — Annemarie Schimmel
- The Alchemist — Paulo Coelho
- The Coherent Heart — Rollin McCraty
- The Heart's Code — Paul Pearsall
- The Literary Mind — Mark Turner
- The Need for a Sacred Science — Seyyed Hossein Nasr
- The Sufi Path of Knowledge: — William C. Chittick
- Zen and the Brain — James H. Austin

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

عرضِ گزارش

آخر میں راقمِ سطور اپنے معزز قارئین، اہلِ علم اور اربابِ ذوق سے نہایت ادب و انکسار کے ساتھ یہ گزارش کرتا ہے کہ اس کتاب رسالۂ سلوک کے مطالعہ کے دوران اگر کہیں علمی، تحقیقی، لسانی یا طباعتی نوعیت کی کوئی لغزش، سہو یا کمی بیشی نظر آئے تو اسے حسنِ ظن پر محمول کرتے ہوئے ضرور مطلع فرمائیں۔ یہ کاوش نہ کسی دعوائے کمال کے تحت پیش کی گئی ہے اور نہ ہی اسے خطا سے مبرا سمجھا گیا ہے، بلکہ اسے ایک طالبِ علمانہ سعی اور خدمتِ علم کے طور پر اہلِ نظر کے سامنے رکھا گیا ہے۔

تحقیق ایک زندہ اور مسلسل عمل ہے، جس کی تکمیل اہلِ علم کی تنقیدی نظر اور اصلاحی توجہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لیے قارئین کی جانب سے پیش کی جانے والی آراء، تنبیہات اور اصلاحات کو نہ صرف قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا بلکہ آئندہ اشاعتوں میں ان سے بھرپور استفادہ بھی کیا جائے گا، تاکہ یہ کتاب علمی اعتبار سے زیادہ مستند اور نافع بن سکے۔

DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اگر اس کتاب کا کوئی حصہ قارئین کے لیے فکری رہنمائی، روحانی بالیدگی یا علمی استفادہ کا باعث بنے تو اسے مصنف کی خوش بختی سمجھا جائے گا، اور اگر کہیں کوتاہی رہ گئی ہو تو اس کی ذمہ داری پوری طرح راقم پر عائد ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، نیتوں کی اصلاح کرے، اور اس کام کو علم و عمل کی راہ میں مفید بنائے۔

واللہ ولیُّ التوفیق۔

زیرِ تحقیق تصانیف کا تذکرہ

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ کی اُن دو اہم تصانیف کا اجمالی تذکرہ بھی درج کیا جائے جن پر راقمُ الحروف کی تحقیقی و تدوینی کاوش اس وقت جاری ہے۔

پہلی تصنیف رسالۂ حواسِ ظاہر و باطن ہے، جس میں حضرت شاہ نعمت اللہ ولی نے انسانی ادراک، حسی تجربے اور باطنی شعور کے باہمی تعلق کو نہایت دقیق اور معنوی انداز میں بیان فرمایا ہے، اور ظاہر و باطن کی اس نسبت کو واضح کیا ہے جو سلوک کی اساس سمجھی جاتی ہے۔

دوسری تصنیف رسالۂ شرح سوالِ کمیل ہے، جو حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے معروف سوالِ کمیل کی شرح پر مشتمل ہے، اور جس میں معرفتِ الٰہی، توحید، قضا و قدر اور عبد و معبود کے باطنی رشتے جیسے عمیق مباحث صوفیانہ ذوق اور حکیمانہ اسلوب میں سامنے آتے ہیں۔
امید ہے کہ ان دونوں تصانیف پر جاری یہ تحقیقی کام آئندہ اہلِ علم کے سامنے ایک مستند اور مفید صورت میں پیش کیا جا سکے گا، اور حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے فکری و روحانی نظام کو سمجھنے میں مزید وسعت کا باعث بنے گا۔

DARGAH HAMZA PIR

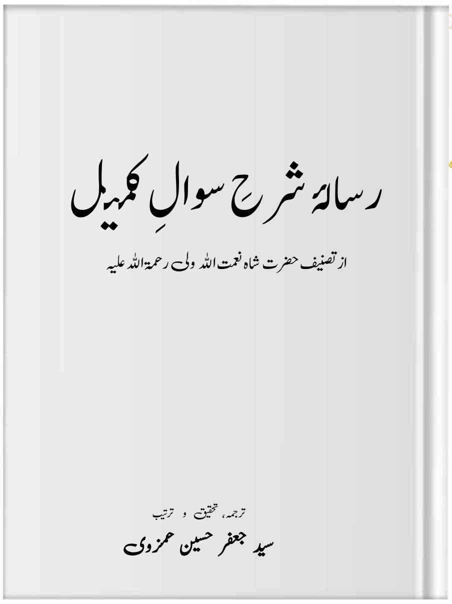

راقمُ الحروف کی تصانیف

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راقمُ الحروف کی اُن دو تصانیف کا اجمالی تعارف بھی درج کر دیا جائے جو فکری، ادبی اور روحانی اعتبار سے ایک مشترک ذوق کی نمائندہ ہیں۔ پہلی کتاب Gesu Daraz: A Compilation of Heartfelt Reverence by Great Philosophers Worldwide ہے، جس میں مختلف ادوار اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے مفکرین اور اہلِ دانش کی تحریروں کے ذریعے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کی شخصیت، تعلیمات اور اثرات کا ہمہ جہت مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسری کتاب In the Shadow of Sorrow: The First Urdu Marsiya Composed by Ḥaḍrat Burhānuddīn Jānam ہے، جس میں اردو مرثیے کی ابتدائی روایت کو تاریخی، ادبی اور فکری تناظر میں سامنے لایا گیا ہے، اور حضرت برہان الدین جانمؒ کے مرثیے کو اردو ادب کی ارتقائی تاریخ میں اس کے اصل مقام کے ساتھ متعارف کرایا گیا ہے۔ ان دونوں کتب کا مطالعہ اُن قارئین کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے جو تصوف، تاریخ اور اردو ادب کے باہمی رشتوں کو گہرائی سے سمجھنا چاہتے ہیں، اس لیے اہلِ ذوق سے گزارش ہے کہ انہیں ڈاؤن لوڈ کر کے ضرور مطالعہ میں لائیں۔

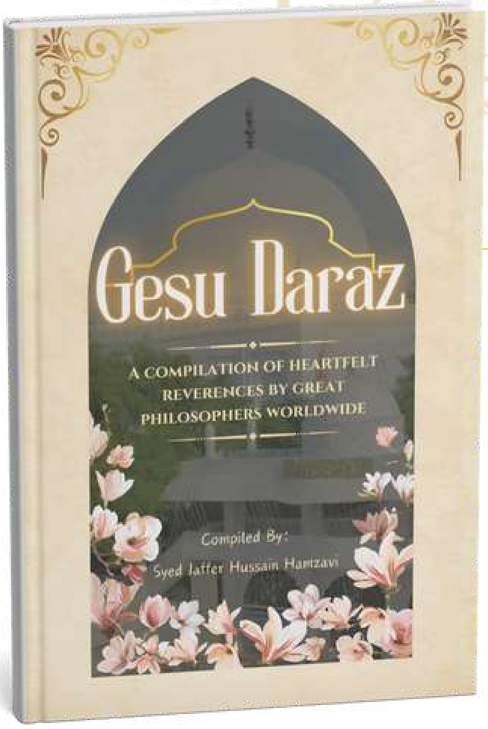

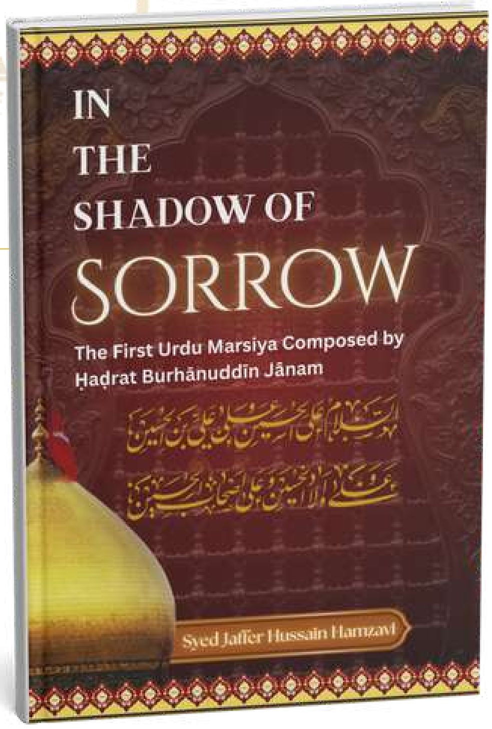

ترجمہ، تحقیق وترتیب:

زیرِ نظر رسالہ سلوک کا ترجمہ، تحقیق اور ترتیب پیرزادہ سید جعفر حسین زیدی حمزوی صاحب نے انجام دیا ہے، جو حضرت سید شاہ کمال الدین میاں شاہ حمزہ زیدی چشتیؒ (معروف بہ حمزہ پیر) کی تیرھویں پشت سے ہیں۔ یہ وہ خانوادہ ہے جو علم، تقویٰ اور علومِ روحانیہ کی گہری روایت کا امین رہا ہے۔ خاندانی صحبت اور خانقاہی فضا کی پرورش نے ان کی فکری و روحانی تشکیل میں خاموش تربیت، محبت اور حضورِ قلب جیسے لطیف عناصر کو بنیادی کردار عطا کیا۔

آپ نے عربی زبان میں عالم و فاضل کی اسناد حاصل کیں، اور فی الوقت کامل الفقہ کے مرحلے میں ہیں۔ ایک نوجوان عالم، فاضل اور محققِ تصوف کی حیثیت سے یہ کاوش محض ترجمہ نہیں بلکہ ایک علمی امانت ہے، جس میں اصل فارسی متن کی روح، صوفیانہ معنویت اور فکری تسلسل کو اردو قالب میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ یہ رسالہ اہلِ علم کے لیے تحقیق اور طالبانِ سلوک کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بن سکے۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

اللہ تعالیٰ اس عاجزانہ کوشش کو قبول فرمائے، اور اس کتاب کو طالبانِ حق کے لیے نافع، اور اہلِ تحقیق کے لیے مفید بنائے۔ آمین۔

درگاہ تاریک الدنیا واصل دین قدوۃ السالکین
قطب الاقطاب افتخارِ اولیاء حضرت سید کمال الدین
میاں شاہ حمزہ پیر دھرسووی زیدی چشتی نظامی
بندہنوازی قدس سرہ العزیز۔

دھرسوں ضلع نارنول مہندر گڑھ ڈسٹرکٹ
ریاستِ ہریانہ ہندوستان۔

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

سجادہ نشین: تقدس مآب حضرت پیرزادہ سید شاہ
فضل احمد زیدی حمزوی صاحب قبلہ دامت برکاتہ

dargahhamzapir6@gmail.com
call: +91 9182901371

درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love

رسالہ سلوک
درگاہ حمزہ پیر
DARGAH HAMZA PIR
Sufism The Mission Of Spreading Love